

بموقع: تحفظ سنت کانفرنس

زیرِ اہتمام: جمعیت علماء ہند

تحقیق مسئلہ رفع یدین



تالیف

حبیب الرحمٰن اعظمی

استاذِ حدیث دار العلوم دیوبند

جمعیۃ علماء ہند بہادر شاہ ظفر مارگ نئی دہلی

﴿ قوموا للّٰہ قانتین ﴾

تحقیق مسئلہ رفع یدین



تالیف

حبیب الرحمٰن اعظمی

استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند



ناشر

جمعیۃ علماء ہند ۔ ا، بہادر شاہ ظفر مارگ نئی دہلی ۔ ۲

تحفظ سنت کانفرنس

۷/۸/ صفر المظفر ۱۴۲۲ھ ۲/۳/ مئی ۲۰۰۱

زیر اہتمام جمعیۃ علماء ہند

مقدمہ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم الانبیاء والمرسلین و علی آلہ و اصحابہ اجمعین . اما بعد!

عام نمازوں میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ دیگر مواقع میں رفع یدین کے متعلق حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب کے اقوال وافعال مختلف منقول ہوئے ہیں اس لیے یہ مسئلہ ہر دور میں زیر بحث رہا ہے، اور علمائے سلف و خلف نے دیگر مسائل اجتہادیہ کی طرح اس مسئلہ پر بھی اپنے اپنے علم وفہم اور نقطہ نظر کے مطابق گفتگو کی ہے لیکن ظاہر ہے کہ جس باب میں خود صاحب شریعت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور ان کی ساختہ و پرداختہ جماعت یعنی صحابہ کرام کے عہد میں تنوع اور مختلف صورتیں رہی ہوں، اس میں وحدت و یکسانیت پیدا نہیں کی جاسکتی اور نہ کسی ایک صورت کو سنت وہدایت اور دوسری کو بدعت و ضلالت کہا جاسکتا ہے۔ مسئلہ رفع یدین کی اصل حقیقت یہی ہے۔

مگر آج کل کے غیر مقلدین کا ایک طبقہ مسئلہ رفع یدین کو حق کی علامت اور اہل سنت والجماعت کی پہچان کے طور پر پیش کر رہا ہے اور رفع یدین نہ کرنے والوں کو تارک سنت، مخالف رسول اور ان کی نمازوں کو ناقص بلکہ باطل تک کہنے میں باک محسوس نہیں کرتا۔ جبکہ ان کا یہ رویہ عدل وانصاف اور حقیقت پسندی کے یکسر منافی اور دین کی فہم رکھنے والوں کے طریقہ کے بالکل خلاف ہے چنانچہ حافظ ابن عبدالبر ایک مشہور مالکی عالم احمد بن خالدؒ سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ ہمارے زمانہ میں مالکی علماء کی ایک جماعت حضرت عبداللہ بن عمر رضی

اللہ عنہ سے منقول حدیث کی بناء پر رفع یدین کرتی تھی، اور ایک دوسری جماعت امام مالکؒ کے تلمیذ ابن القاسم کی روایت کے مطابق رفع یدین نہیں کرتی تھی مگر کوئی کسی پر کسی طرح کا نقد نہیں کرتا تھا۔" (الاستذکار، ج:۴، ص:۱۰۴)

حافظ ابن عبد البرؒ اپنے ایک استاذ ابو عمر احمد بن عبد اللہؒ کا یہ بیان بھی نقل کرتے ہیں کہ ایک دن استاذ محترم نے فرمایا کہ ہمارے شیخ ابو ابراہیم اسحاق بن ابراہیمؒ جو اپنے معاصر علماء میں علم و فقہ میں فائق تھے رفع یدین کیا کرتے تھے۔ حافظ ابن عبد البرؒ لکھتے ہیں کہ استاذ محترم کے اس بیان پر میں نے ان سے عرض کیا کہ تو آپ رفع یدین کیوں نہیں کرتے کہ ہم آپ کی اقتداء کرتے۔ استاذ محترم نے میرے اس استفسار کے جواب میں فرمایا: **"لا اخالف روایة ابن القاسم لان الجماعة عندنا الیوم علیها و مخالفة الجماعة فیما ابیح لنا لیست من شیم الائمة."** میں ابن القاسم کی روایت کے خلاف عمل نہیں کر سکتا کیونکہ اس وقت ہماری جماعت کا عمل انھیں کی روایت پر ہے اور از روے شرع جو امور ہمارے لیے مباح ہیں ان میں جماعت کی مخالفت ائمہ، دین کی عادت و طریقہ کے خلاف ہے۔ (الاستذکار، ج:۴، ص:۱۰۳)

اور عقل و دین دونوں کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جن امور میں توسع پایا جاے کہ ان میں کسی ایک نوع و طریقہ کو لازم کرنے کے بجاے دوسرے طریقہ و نوع کو بھی شریعت جائز و مباح قرار دیتی ہو اور جماعت مسلمین پہلے سے کسی ایک طریقہ پر عمل پیرا ہو تو جماعت کی وحدت اور یک جہتی کو باقی و قائم رکھنے کے لیے عام مسلمانوں کے طریق عمل کی موافقت کی جائے اور بلا وجہ دوسرے طریقہ کو اختیار کر کے انتشار و اختلاف نہ پیدا کیا جائے۔ چنانچہ امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

" فان الاعتصام بالجماعة والائتلاف من اصول الدین، والفرع المتنازع فیه من الفروع الخفیه، فكیف یقدح فی الاصل بحفظ الفرع و جمهور المتعصبین لا یعرفون من

الكتاب و السنة الا ما شاء الله."

(مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ج:۲۲، ص:۲۵۴)

جماعت مسلمین سے مستحکم رابطہ اور پیوستگی دین کے اصول میں سے ہے اور جس مسئلہ میں اختلاف کیا جا رہا ہے وہ ایک غیر واضح فرعی مسئلہ ہے تو فرع و شاخ کی حفاظت میں اصل اور جڑ کو کیونکر مجروح کیا جا سکتا ہے لیکن عام متعصبین کتاب و سنت کی فہم و معرفت سے عاری ہیں الا ماشاء اللہ۔

مگر علماء و صلحاء کی اس محبوب و مطلوب راہ اعتدال کو چھوڑ کر عصر حاضر کے غیر مقلدین مسئلہ رفع یدین اور اسی نوع کے دیگر اجتہادی مسائل میں اپنے مختارات اور پسندیدہ مسائل کی تبلیغ و تشہیر اس جارحانہ انداز سے کر رہے ہیں کہ نہ تو ائمہ دین کے علمی و دینی مقام و مرتبہ کا انھیں پاس و لحاظ ہے اور نہ ہی جماعت مسلمین کی اسلامی اخوت اور دینی وحدت کی ادنیٰ فکر ہے۔

ان کے اس بیجا رویہ سے خود مسلمانوں میں باہم بحث و تکرار کا بازار گرم ہے اور عام مجالس کا تو ذکر کیا۔ مساجد تک فساد و جدال کا مرکز بنتی جا رہی ہیں، جس سے نہ صرف معاندین اسلام کو اسلام اور مسلمانوں کے حق میں زبان طعن دراز کرنے کا موقع مل رہا ہے بلکہ خود مسلمانوں کے ایک طبقہ میں سلف صالحین و ائمہ مجتہدین سے بے اعتقادی اور دین و شریعت سے بیزاری کا رجحان پیدا ہو رہا ہے اور فقہاے احناف کی تشریحات کے مطابق شرعی احکام و مسائل پر عمل پیرا عوام اپنے طریقہ عمل کے بارے میں خوامخواہ تردد و تذبذب کے شکار ہو رہے ہیں۔

مسئلہ رفع یدین سے متعلق یہ رسالہ کسی کی تردید و تغلیط اور بحث و مناظرہ کے لیے نہیں بلکہ اس غرض سے ترتیب دیا گیا ہے کہ عام مسلمان جو علم یا فرصت کی کمی کے سبب براہ راست فقہ اور حدیث کی بڑی کتابوں کی مراجعت نہیں کر پاتے اس مختصر رسالہ کے مطالعہ سے انھیں یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ رفع یدین سے متعلق ان کا طریقہ عمل احادیث رسول علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام، خلفائے

راشدین اور فقہائے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے قول و عمل کے بالکل مطابق ہے اور خیر القرون میں اسی پر تعامل رہا ہے لہٰذا بلاشبہ یہ افضل اور بہتر ہے۔

اصل مسئلہ پر بحث و نظر اور گفتگو سے پہلے درج ذیل امور پیش نظر رکھے جائیں تاکہ اصولی طور پر مسئلہ کی حقیقت تک پہنچنے میں آسانی ہو۔

۱۔ شرعی احکام و مسائل کی دو قسمیں ہیں: قطعی و ظنی، پہلی قسم کو غیر مجتہد فیہ اور دوسری قسم کو مجتہد فیہ کہا جاتا ہے۔ قطعی یعنی غیر مجتہد فیہ مسائل میں اختلاف حق و باطل کا اختلاف ہوتا ہے جو اہل حق میں باہم نہیں ہوا کرتا، اور ظنی مجتہد فیہ مسائل میں اہل حق کا باہمی اختلاف ہوتا ہے جو حق و باطل کا نہیں کہ ایک فریق دوسرے کو باطل و گمراہ سمجھے، بلکہ اولیٰ و غیر اولیٰ اور راجح، مرجوح کا اختلاف ہوتا ہے، جو شریعت کی نظر میں اختلاف مذموم سے قطعی طور پر خارج ہے۔

مجتہد فیہ مسائل انھیں کہا جاتا ہے جن کا حکم قرآن و حدیث سے صاف طور پر معلوم نہ ہو بلکہ ان میں کتاب و سنت متعدد پہلو کا احتمال رکھتے ہوں، اس صورت میں ایک فقیہ و مجتہد جس پہلو کو سمجھتا اور قرائن کو اس کے مطابق پاتا ہے اس کو راجح سمجھ کر اپنا معمول بہا بنالیتا ہے۔ اور جس پہلو پر اسے قرائن ظاہر نہیں ہوتے یا ظاہر ہوتے ہیں مگر ذوق وجدان کی بناء پر ان قرائن کی جانب اس کی توجہ نہیں ہوتی، تو اس پہلو کو مرجوح قرار دے کر ترک کر دیتا ہے۔ اہل حق کا ایسے ہی متعدد پہلو رکھنے والے مسائل میں بسا اوقات اختلاف ہو جاتا ہے۔ اور جن احکام میں یہ صورت نہیں ہوتی ان میں آج تک اہل حق کا نہ اختلاف ہوا ہے اور نہ آئندہ ہوگا۔

تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کا مسئلہ بھی ظنی یعنی مجتہد فیہ مسائل میں سے ہے۔ لہٰذا اس مسئلہ میں بھی راجح و مرجوح بہتر و غیر بہتر ہی کا اختلاف ہے حق و ناحق کا نہیں۔

۲۔ کسی مسئلہ میں اگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ہم تک اختلاف کے ساتھ پہنچیں تو اس وقت ضروری ہوگا کہ ہم تلامذۂ رسول یعنی صحابۂ

کرامؓ کے اقوال و افعال کو دیکھیں کہ اس ہدایت یافتہ جماعت کا زیر بحث حدیث میں کیا طریق عمل تھا۔ اگر جماعت صحابہؓ یا اکثر حضرات کا قول و عمل اس متعارض و مختلف حدیث میں کسی ایک پر پایا جائے تو وہی حدیث راجح و مقبول ہوگی۔

اور اگر حضرات صحابہؓ کے اقوال و عمل میں بھی اختلاف پایا جائے تو اس وقت خلفائے راشدین اور فقہائے صحابہؓ کے قول و عمل کو ترجیح ہوگی۔ چنانچہ امام ابو داؤدؒ لکھتے ہیں "اذا تنازع الخبر ان عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نظر الی عمل اصحابہ من بعدہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول دو حدیثیں بظاہر متعارض ہوں تو آپؐ کے بعد صحابۂ کرام کے عمل کو دیکھا جائے گا۔ (سنن ابو داؤد، ج:۱، ص:۱۱۵) اس قاعدہ کے مطابق حضرات خلفاء کے عمل کی بناء پر ترک رفع یدین کی روایت راجح ہوگی۔

۳۔ اگر حدیث مرفوع سے کوئی عمل ثابت ہو اور جماعت صحابہ کا عمل یا خلفائے راشدین و فقہائے صحابہ کا عمل حضرات صحابہ کے موجودگی میں اس حدیث مرفوع کے خلاف ہو اور کوئی صحابی اس پر نکیر نہ کرے تو ان دونوں صورتوں میں ترجیح صحابہ کے عمل کو ہوگی۔

اسی طرح اگر کسی صحیح، مرفوع حدیث کے معارض و مخالف کوئی نسبتاً کمزور مرفوع حدیث ہو اور جماعت صحابہ یا صرف خلفائے راشدین و فقہائے صحابہ کا عمل بلا نکیر اس ضعیف و کمزور حدیث کے مطابق ہو تو اس صورت میں یہی نسبتاً کمزور حدیث راجح ہوگی۔

چنانچہ امام بخاریؒ نے "اکل مما مسّت النار" (یعنی آگ سے گرم شدہ چیزوں کو کھانے سے وضو ٹوٹ جائے گا یا نہیں) کے بارے میں احادیث کے تعارض پر نظر کرتے ہوئے صحیح بخاری میں ایک باب یہ قائم فرمایا ہے "باب من لم یتوضاء من لحم الشاۃ (یعنی کن حضرات نے بکری کا گوشت کھانے کے بعد وضو نہیں کیا۔) اور اس باب کے تحت خلفائے راشدین کے "اثر" اکل ابوبکر و عمر

و عثمان لحما فلم يتوضاء " (حضرت ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم نے بکری کا گوشت کھایا اور وضو نہیں کیا) کو نقل کر کے اسی ضابطہ کے مطابق متعارض مرفوع روایتوں میں سے ایک کو خلفائے راشدین کے عمل سے ترجیح دی ہے۔

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول دعائے استفتاح (یعنی تکبیر تحریمہ کے بعد کی دعا) "اللهم باعد بيني و بين خطاياى كما باعدت بين المشرق والمغرب" الحدیث جس کی تخریج امام بخاری و امام مسلم دونوں بزرگوں نے کی ہے جو متفق علیہ ہونے کی بناء پر محدثین کے نزدیک صحیح ترین روایت ہے چنانچہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس کی اصحیت کی تصریح کی ہے۔ اور "سبحانك اللهم و بحمدك " الخ والی روایت جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس مذکورہ روایت سے بلحاظ سند کمتر درجہ کی ہے، پھر بھی ائمہ اربعہ اور دیگر مجتہدین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عمل کی وجہ سے اسی کو ترجیح دیتے ہیں چنانچہ شیخ الحنابلہ علامہ ابو البرکات المعروف بابن تیمیہ "الجد" لکھتے ہیں:

" واختيار هؤلاء بهذا الاستفتاح وجهر عمر به احيانا بمحضر من الصحابة ليتعلمه الناس مع ان السنة اخفاء ه يدل على انه افضل وانه كان النبى صلى الله عليه وسلم يداوم عليه غالباً الخ (نیل الاوطار ج ۲ ص ۲۱۹)

ان حضرات صحابہ کا اس دعاء استفتاح کا اختیار کرنا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرات صحابہ کی موجودگی میں اسے بلند آواز سے پڑھنا تاکہ لوگ اسے سیکھ لیں جبکہ دعائے استفتاح کا آہستہ پڑھنا مسنون ہے، یہ بتا رہا ہے کہ افضل سبحانک اللھم الخ کا پڑھنا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بالعموم اسی پر مداومت فرماتے تھے۔

اس ضابطہ کے تحت ترک رفع یدین کی حدیث سند کے لحاظ سے رفع یدین کی مثبت روایت سے کمتر ہونے کے باوجود خلفائے راشدین و رفقائے صحابہ کے عمل کی بنا پر راجح ہوگی۔

۴- فعل میں ذاتی طور پر دوام کا معنیٰ نہیں ہوتا اور نہ فعلِ مطلق سے سنت و استحباب کا ثبوت ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے "كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يطوف على نسائه بغسل واحد" یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سب بیویوں کے پاس جاتے اور آخر میں صرف ایک دفعہ غسل فرماتے، لیکن محدثین کی تحقیق کے مطابق یہ واقعہ صرف ایک بار ہوا اور یہ طریقہ نہ سنت ہے نہ مستحب۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کھڑے ہو کر پیشاب کرنا، روزے کی حالت میں ازواج مطہرات سے بوس و کنار کرنا، وضو کے بعد بعض ازواج مطہرات کو بوسہ لینا، نماز پڑھنے کی حالت میں دروازہ کھولنا، بچی کو کندھے پر اٹھائے نماز پڑھنا صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ لیکن کوئی بھی ان اعمال کے دوام اور ہمیشگی کا قائل نہیں اور نہ ان کاموں کو سنت و مستحب سمجھتا ہے۔ لہٰذا ساری عمر میں ایک دفعہ بھی اگر کوئی ان مذکورہ کاموں کو نہ کرے تو اسے ترک سنت کا طعنہ نہیں دیا جاسکتا۔

بالکل یہی حال رفع یدین کا ہے کہ بعض صحیح فعلی روایات سے یہ ثابت ہے لیکن ایک آدھ بار اسے کر لینے سے نہ تو اس کا دوام ثابت ہوگا اور نہ ہی مسنون و مستحب ہونا۔ بلکہ مسنون و مستحب کے ثبوت کے لیے ضروری ہوگا کہ کوئی ایسی حدیث پیش کی جائے جس سے رفع یدین پر مداومت معلوم ہو۔ اور رفع یدین کو مسنون کہنے والے آج تک اس مضمون کی کوئی صحیح حدیث پیش نہیں کر سکے ہیں اور نہ آئندہ پیش کر سکتے ہیں۔ اس لیے تارکین رفع یدین کو ترک سنت کا طعنہ دینا کسی طرح درست نہیں۔

۵- اسلامی احکام کی تاریخ سے معمولی واقفیت رکھنے والا بھی جانتا ہے کہ شرعی احکام میں ضرورت و مصلحت کے مطابق تغیر و تبدل ہوا ہے۔ چنانچہ کسی حکمت کے سبب اگر ایک زمانہ میں قبلہ بیت المقدس تھا تو دوسرے زمانہ میں بیت اللہ قبلۂ عالم قرار پایا۔ اسی تشریعی طریقہ کے مطابق نماز میں بھی متعدد تغیرات پیش آئے ہیں سننِ ابی داؤد کی ایک حدیث میں ان تغیرات کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

"احیلت الصلاۃ علی ثلاثۃ احوال" نماز میں تین تغیرات پیش آئے ہیں، مثلاً ابتداء اسلام میں صف بندی نہیں تھی نمازی آگے پیچھے کھڑے ہو جاتے تھے۔ بعد میں صف بندی کا اہتمام ہوا، پہلے رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ نہیں رکھا جاتا تھا، پھر گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کا حکم ہوا۔ شروع میں نماز میں بولنے، سلام اور چھینک کا جواب دینے کی اجازت تھی، بعد میں ان سب کو منع کر دیا گیا۔ غرض ابتدا میں اس طرح کے بہت سے امور کی گنجائش تھی لیکن رفتہ رفتہ یہ سب ختم ہو گئے اور خشوع و خضوع اور سکون و مناجات پر نماز کا مدار رہ گیا۔

یونہی ابتداء میں رفع یدین بھی کیا جاتا تھا مگر بعد میں حکم خداوندی "قوموا للہ قانتین" کے بموجب رفع یدین کے بجائے عدم رفع کو راجح قرار دیا گیا۔

۶- حضرات محدثین و فقہاء کے نزدیک ان مقررہ ضوابط کے علاوہ مسئلہ زیر بحث میں صحیح نتیجہ تک پہنچنے کے لیے یہ بات بھی ملحوظ رکھنی چاہیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے عہد میں تعلیمات رسول علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کتابی شکل میں مدون و مرتب نہیں تھیں صحابہ کرام آپؐ کے قول و عمل کے ذریعہ جو کچھ سیکھتے تھے اسے پوری احتیاط کے ساتھ اپنے سینوں میں محفوظ کر لیتے اور اسی کے مطابق عمل کرتے تھے۔

خلیفۂ ثانی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں عراق فتح ہوا تو وہاں کے باشندوں کو تعلیمات رسول اور اسلامی احکامات سے آراستہ کرنے کی غرض سے خلیفۂ راشد نے بطور خاص حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بحیثیت معلم کے انکے پاس بھیجا، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اہل عراق کو وہی سب کچھ سکھایا جو انھوں نے براہ راست بارگاہ نبوت سے سیکھا تھا اور جس پر وہ خود عمل پیرا تھے۔ معلم عراق عبداللہ بن مسعودؓ کی یہی قولی و عملی تعلیم اہلِ عراق میں شائع اور عام ہوئی۔

اہل عراق سال کے عام مہینوں کے علاوہ خصوصیت کے ساتھ موسم حج میں مکہ معظمہ و مدینہ منورہ حاضر ہوتے رہتے تھے، اسی طرح حجاز میں آباد حضرات

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بالخصوص خلیفۂ ثانی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عراق میں آمد و رفت ہوتی رہتی تھی، یہ سارے اصحاب رسول اہل عراق کو اسی طرح نماز پڑھتے دیکھتے تھے جس طرح انھوں نے اپنے استاذ و معلم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سیکھا تھا، اور کسی ایک صحابی سے بھی یہ منقول نہیں ہے کہ انھوں نے اہل عراق کے طریقۂ نماز پر کوئی نکیر کی ہو، جبکہ صحابۂ کرام سے قطعی طور پر یہ بعید ہے کہ وہ کسی کو خلاف سنت عمل کرتے ہوئے دیکھیں اور خاموش رہیں، سنت رسول علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر مر مٹنے والوں کی اس خاموشی سے لازمی طور پر ثابت ہوا کہ معلم عراق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس تعلیم پر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع سکوتی ہے، اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی اس تعلیم میں رفع یدین کا نہ ہونا مسلمات میں سے ہے لہٰذا ترک رفع یدین پر صحابہ کے اس اجماع سکوتی کے بعد اس کے راجح و افضل ہونے میں کیا تردد ہو سکتا ہے؟

ان مذکورہ امور کو ذہن میں رکھنے کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اس روایت پر بھی نظر ضروری ہے جس کی بنیاد پر آج کل کے غیر مقلدین تارکین رفع یدین پر زبان طعن دراز کر رہے ہیں، حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی یہ روایت جو اگرچہ اصح الاسانید کے درجہ کی ہے پھر بھی اصول محدثین کے تحت اس میں کئی امور قابل غور ہیں۔

الف: اس روایت کے مرفوع و موقوف ہونے میں اختلاف ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے صاحبزادے سالم اسے مرفوع نقل کرتے ہیں اور ان کے آزاد کردہ غلام اور شاگرد رشید نافع موقوف روایت کرتے ہیں، پھر یہ اختلاف غیر اہم بھی نہیں ہے کیونکہ امام اصیلی لکھتے ہیں کہ اسی اختلاف کی وجہ سے امام مالکؒ نے اس روایت کو ترک کر دیا (نیل الفرقدین ۴۱)

ب: مواضع رفع میں اختلاف و اضطراب ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس بارے میں چھ طرح کی روایتیں نقل کی جاتی ہیں۔

(۱) صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین جیساکہ مسند حمیدی، صحیح ابی عوانہ اور المدونۃ الکبریٰ وغیرہ میں صحیح سند کے ساتھ روایت موجود ہے۔ جو آیندہ پیش کی جائے گی۔

(۲) صرف دو جگہ رفع یدین یعنی تکبیر تحریمہ اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت جیساکہ مؤطا امام مالکؒ میں یہ روایت ہے اور اس کے متعدد متابع بھی ہیں اس لیے اسے امام مالکؒ کا وہم نہیں کہا جاسکتا۔

(۳) تین بار رفع یدین، تکبیر تحریمہ کے وقت اور رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت جیساکہ بخاری وغیرہ میں ہے۔ یہی روایت آج کل کے علمائے غیر مقلدین کی مستدل ہے۔

(۴) چار دفعہ رفع یدین یعنی مذکورہ بالا تین مقامات کے علاوہ قعدۂ اولیٰ سے اٹھتے وقت، یہ روایت بھی صحیح بخاری میں ہے اور امام بخاری نے "باب رفع الیدین اذا قام من الرکعتین" کے عنوان سے اسے ذکر کیا ہے۔

(۵) اور بعض روایات میں ان مذکورہ چار مقامات کے علاوہ سجدہ میں جانے اور سجدہ سے اٹھنے کے وقت رفع یدین کا ذکر ہے جیساکہ سنن نسائی میں ہے اور حافظ ابن حجر نے اس روایت کو صحیح ترین روایت قرار دیا ہے اور علامہ نیموی اسے **صحیحۃ محفوظۃ غیر شاذۃ** کہا ہے۔" (آثار السنن، ج:۱، ص:۱۰۲)

اور امام بخاری نے جزء رفع الیدین میں بروایت وکیع عن الربیع اسی پر حسن بصری، مجاہد، طاؤس، قیس بن سعد، الحسن بن مسلم کا عمل نقل کیا ہے۔

(۶) بعض روایات میں ان مذکورہ جگہوں پر انحصار نہیں ہے بلکہ ہر خفض و رفع جھکنے اور اٹھنے کے وقت رفع یدین کی صراحت ہے۔ اس روایت کو حافظ ابن حجر نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں امام طحاوی کی مشکل الآثار سے نقل کیا ہے یہ روایت بھی صحیح ہے اور صحابہ و تابعین کی ایک جماعت کا اسی کے مطابق عمل تھا چنانچہ حافظ ابن عبدالبر لکھتے ہیں: "**وروی الرفع فی الخفض والرفع عن**

جماعۃ من الصحابۃ منھم ابن عمر، وابوموسیٰ، وابوسعید و ابوالدرداء، وانس، وابن عباس و جابر، (الاستذکار، ج:۴، ص:۱۰۵) یعنی ہر جھکنے اور اٹھنے کے وقت رفع یدین صحابہ کی ایک جماعت سے مروی ہے جن میں عبد اللہ بن عمر، ابو موسیٰ اشعری، ابو سعید خدری، ابو الدرداء، انس بن مالک، عبد اللہ بن عباس اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔

اور التمہید، ج:۹، ص:۲۲۸ میں لکھتے ہیں "**وکان طاؤس مولیٰ ابن عمر و ایوب السختیانی یرفعون بین السجدتین وروی عن ابن عمر انہ کان یرفع فی کل تکبیرۃ**" ابن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام طاؤس اور مشہور امام حدیث ایوب سختیانی دونوں سجدوں کے درمیان یعنی جلسہ میں بھی رفع یدین کرتے تھے اور حضرت عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ وہ ہر تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔

الحاصل حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی وہ روایت جس میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ رکوع میں جانے اور رکوع سے اٹھنے کے وقت رفع یدین کا ثبوت ہے اگرچہ سند کے لحاظ سے صحیح ہے لیکن محدثین کے ضابطہ کے مطابق اس میں اضطراب ہے، جسے ختم کرنا ممکن نہیں یعنی علم و انصاف کی رو سے یہ ممکن نہیں کہ ایک روایت کو تو لے لیا جائے اور بقیہ ساری روایتوں کو ترک کردیا جائے، کیونکہ یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل میں تنوع رہا ہو یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان روایات میں مذکورہ صورتوں میں سے ہر صورت پر عمل کیا ہے، اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے جس طرح رفع یدین کا ثبوت ہورہا ہے اسی طرح ترک رفع بھی ثابت ہے۔ لہٰذا تارکین رفع یدین پر ترک سنت کا طعنہ دینا کسی طرح درست نہیں بلکہ ان مذکورہ روایات کی بنیاد پر اگر کوئی ان غیر مقلدین کی زبان میں خود انھیں ترک سنت کا الزام دے تو اس الزام کا ان کے پاس کیا جواب ہوگا؟

احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم

۱- حدثنا ابوبکر بن ابی شیبة و ابو کریب قالا نا معاویة عن الاعمش عن المسیب بن رافع عن تمیم بن طرفة عن جابر بن سمرة قال خرج علینا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فقال : مالی اراکم رافعی ایدیکم کانّھا اذ ناب خیل شُمس، اسکنوا فی الصلوٰة. الحدیث (صحیح مسلم ج:۱، ص:۱۸۱ و ابوداؤد ج:۱، ص:۱۴۳ و النسائی ج:۱، ص:۱۷۶) وفی لفظ النسائی، خرج علینا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم و نحن رافعوا ایدینا فی الصلوٰة الخ (۱)

ترجمہ: تمیم بن طرفہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت جابرؓ نے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم (حجرہ شریفہ سے) نکل کر ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم نماز میں رفع یدین کررہے تھے تو آپؐ نے فرمایا مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں تمہیں ہاتھوں کو اٹھاتے ہوئے دیکھ رہا ہوں گویا کہ وہ شریر گھوڑے کی دم ہیں۔ نماز میں پر سکون رہو۔

تشریح: اس صحیح حدیث کا ظاہر یہی ہے کہ صحابۂ کرام مسجد نبوی میں نوافل پڑھ رہے تھے اسی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حجرۂ مبارکہ سے باہر تشریف لائے اور انھیں دوران نماز رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ کر نکیر فرمائی اور ہاتھوں کو بار بار اٹھانے کو شریر گھوڑے کی دم سے تشبیہ دی اور اسے خلاف سکون قرار دیتے ہوئے فرمایا "اسکنوا فی الصلوٰة" نماز میں پر سکون رہا کرو۔ یہی حکم قرآن حکیم میں بھی دیا گیا ہے۔ فرمان الٰہی ہے "قوموا للّٰه قانتین" اللہ کے حضور پرسکون کھڑے ہو، جس سے تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کا خلاف اولیٰ ہونا بالکل ظاہر ہے۔

(۱) حضرت جابر بن سمرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک اور حدیث ان کے دوسرے شاگرد عبید

اللہ بن القبطیہ نقل کرتے ہیں جس کے الفاظ یہ ہیں:

کنا اذا صلّینا مع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قلنا السلام علیکم ورحمة اللّٰه وبرکاته و اشار بیده الی الجانبین فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم علا ماتومؤن بایدیکم کانّھا اذ ناب خیل شمس انما یکفی احدکم ان یضع یده علی فخذه ثم یسلم علی اخیه من علی یمینه و شماله . (صحیح مسلم ج:۱، ص:۱۸۱)

ترجمہ: ہم جب اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تو سلام کے وقت السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہنے کے ساتھ ہاتھوں کو بھی اٹھاتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے اس عمل کو دیکھ کر فرمایا تم اپنے ہاتھوں کو شریر گھوڑے کی دم کی طرح کیوں اٹھاتے ہو، تمہارے لیے بس یہی کافی ہے کہ اپنی رانوں پر ہاتھ رکھے ہوئے دائیں، بائیں اپنے بھائی کو سلام کر لیا کرو۔

ان دونوں مذکورہ حدیثوں میں رفع یدین پر نکیر فرماتے ہوئے آپؐ نے ہاتھوں کے اٹھانے کو شریر گھوڑے کی دم سے تشبیہ دی ہے دونوں روایتوں میں قدر مشترک بس یہی تشبیہ کا جملہ ہے۔ جس کی بناء پر بعض کبار محدثین اور انھیں کی تقلید و پیروی میں آج کل کے غیر مقلدین یہ باور کرانے پر مصر ہیں کہ ان دونوں حدیثوں میں مذکورہ رفع یدین پر نکیر کا تعلق نماز کے اختتام پر بوقت سلام ہاتھوں کے اٹھانے سے ہے۔ تمیم بن طرفہ سے مروی حضرت جابرؓ کی روایت میں اختصار ہے اور عبید اللہ بن القبطیہ سے منقول حضرت جابرؓ کی دوسری روایت میں اسی اختصار کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ اس لیے یہ بظاہر دو روایتیں ہیں لیکن فی الواقع ایک ہی روایت ہے۔ لیکن درج ذیل وجوہ سے دوسری روایت کو پہلی کی تفصیل کہہ کر دونوں کو حدیث واحد قرار دینا خلاف ظاہر ہے جسے درست نہیں کہا جا سکتا ہے۔

الف: دونوں کی سندیں الگ الگ ہیں اور خود حضرات محدثین کا دونوں طریق کو جدا جدا نقل کرنا یہی بتا رہا ہے کہ یہ دونوں ارشاد مختلف اوقات میں صادر ہوئے ہیں۔

ب: تمیم بن طرفہ کی روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان "اسکنوا فی الصلوٰة" کا تعلق اس رفع یدین سے ہے جو دوران نماز کیا جا رہا تھا۔ جبکہ عبید اللہ بن القبطیہ کی روایت میں آپ کی نکیر اس رفع یدین پر ہے جو آخر نماز میں سلام پھیرنے کے وقت کیا جا رہا تھا اور یہ بات بالکل ظاہر اور روشن ہے کہ سلام کا وقت نماز سے نکلنے کا وقت ہوتا ہے اس وقت کے

....

کسی عمل کو نہیں کہا جاسکتا کہ یہ نماز کے اندر کا عمل ہے مثلاً سلام کے وقت دائیں بائیں رخ موڑنے والے کو یہ نہیں کہا جاتا کہ اس نے نماز میں دائیں بائیں رخ پھیرا۔ ٹھیک اسی طرح سلام پھیرنے والے سے یہ نہیں کہا جائے گا کہ نماز میں پر سکون رہو، اس لیے "اسکنوا فی الصلوٰۃ" کا جملہ واضح طور پر بتا رہا ہے کہ یہ حکم دوران نماز میں دیا گیا تھا نہ کہ آخر نماز میں اس لیے خود حدیث کے الفاظ سے واضح ہوتا ہے کہ یہ دونوں مختلف وقتوں کی الگ الگ ہدایات ہیں۔

ج: تمیم بن طرفہ سے مروی حدیث میں صاف مذکور ہے کہ صحابۂ کرام اپنی انفرادی نفلوں میں رفع یدین کر رہے تھے اسی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حجرۂ متبرکہ سے باہر تشریف لائے۔ یعنی آپ ان کے ساتھ نماز میں شریک نہیں تھے جبکہ عبید اللہ بن القبطیہ کی روایت میں بصراحت مذکور ہے کہ صحابہ نے آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کی حالت میں رفع یدین کیا تھا۔

د: تمیم بن طرفہ کی روایت سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ رفع یدین کا یہ عمل صرف ان لوگوں نے کیا تھا جو اس وقت مسجد نبوی میں نفل پڑھ رہے تھے۔ مسجد نبوی میں حاضر سب لوگوں نے یہ عمل نہیں کیا تھا کیونکہ سارے حاضرین اس وقت نفل میں مصروف نہیں تھے پھر جو حضرات اپنی اپنی نفلیں پڑھ رہے تھے ان میں سے سب کا رفع یدین کرنا بھی اس روایت سے معلوم نہیں ہو رہا ہے۔

جب کہ عبید اللہ بن القبطیہ کی روایت سے واضح ہو رہا ہے کہ رفع یدین کا عمل سارے حاضرین نے کیا تھا کیونکہ مسجد میں موجود رہتے ہوئے جماعت سے پیچھے رہ جانے کا تصور صحابۂ کرام کے بارے میں نہیں کیا جاسکتا۔

ہ: تمیم بن طرفہ کی نقل کردہ روایت میں رفع یدین سے ممانعت کے الفاظ "اسکنوا فی الصلوٰۃ" عام ہیں نماز پنجگانہ کے اندر کسی خاص حالت وہیئت سے اس کا تعلق نہیں ہے۔

جب کہ عبید اللہ بن القبطیہ سے منقول روایت میں ممانعت کا تعلق خاص اس رفع یدین سے ہے جو سلام پھیرنے کے وقت کیا جا رہا تھا۔

ان ذکر کردہ وجوہ سے صاف طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ مختلف موقع و محل سے متعلق یہ الگ الگ مستقل ارشادات ہیں جنھیں ان کے ظاہر سیاق کے خلاف حدیث واحد قرار دینا حضرات محدثین کے تصرفات اور ان کے بیان کردہ اصول سے انحراف کے مرادف ہے۔

علاوہ ازیں اس موقع پر یہ بات بھی ملحوظ رہنی چاہیے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے

۲- حدثنا هناد، نا وكيع، عن سفيان، عن عاصم بن كليب، عن عبدالرحمن بن الاسود، عن علقمة، قال: قال عبد الله بن مسعود: الا اصلى بكم صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم ؟ فصلّٰى فلم يرفع يديه الا في اول مرة، قال : وفي الباب عن البراء بن عازب.

قال ابو عيسى : حديث ابن مسعود، حديث حسن، وبه يقول غير واحد من اهل العلم من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، والتابعين، وهو قول سفيان واهل الكوفة. (جامع ترمذی، ج:۱، ص:۵۹ و رجالہ رجال مسلم)

ترجمہ: علقمہ بن قیس نخعی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں نہ دکھاؤں تمہیں اس طرح نماز پڑھ کر جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے تھے؟ (یہ کہہ کر انھوں نے) نماز پڑھی تو رفع یدین ایک دفعہ (یعنی تکبیر تحریمہ) کے علاوہ نہیں کیا۔

امام ترمذیؒ وضاحت کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود کی اس روایت کے علاوہ ترک رفع یدین کے بارے میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی حدیث مروی ہے۔

ارشاد "تحريمها التكبير و تحليلها التسليم" کا مفاد یہ ہے کہ تحریمہ اور سلام نماز کا جزء نہیں بلکہ اس کی حدود ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ حدود شَیٔ، حقیقت شَیٔ سے خارج ہوا کرتی ہیں، گو شَیٔ کے ساتھ اس کے شدت اتصال کی بناء پر ان کا باہمی فرق و امتیاز محسوس نہ ہو۔

اس لیے سلام کی حالت میں نمازی من وجہٍ خارج صلاۃ اور من وجہٍ داخل صلاۃ ہوتا ہے، لہٰذا دونوں حدیثوں کو ایک ماننے کی صورت میں بھی جب بحالتِ سلام رفع یدین کے بجائے سکون (یعنی عدم حرکت) مطلوب ہے تو رکوع وغیرہ کی حالت میں جبکہ نمازی من کل الوجوہ اور ہر اعتبار سے داخل صلاۃ ہوتا ہے سکونِ مطلوب کے برخلاف رفع یدین کس طرح مناسب ہو سکتا ہے۔ اس لیے ان دونوں حدیثوں کو ان کے ظاہر سیاق کے مقتضیٰ کا لحاظ کرتے ہوئے دو ہی مانا جائے یا بعض اکابر محدثین کے اصرار پر انھیں حدیث واحد کہا جائے بہر صورت رکوع وغیرہ کی حالت میں اس حدیث سے رفع یدین کی گنجائش نہیں نکالی جاسکتی۔

امام ترمذی یہ بھی صراحت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے منقول یہ حدیث حسن ہے، اور بہت سارے اہل علم صحابہ و تابعین صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کے قائل ہیں۔ اور یہی بات مشہور امام حدیث و فقہ سفیان ثوری اور اہل کوفہ کہتے ہیں۔

۳- حدثنا عثمان بن ابی شیبة، نا وکیع، عن سفیان، عن عاصم بن کلیب، عن عبدالرحمن بن الاسود، عن علقمة قال: قال عبد اللّٰه بن مسعود : الا اصلی بکم صلاة رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم ؟ قال : فصلی فلم یرفع یدیه الا مرة ."

(سنن ابی داؤد ج:۱، ص:۱۰۹ و رجاله رجال الصحیحین)

ترجمہ: علقمہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کیا نہ دکھاؤں میں تمہیں اس طرح نماز پڑھ کر جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے تھے۔ علقمہ کہتے ہیں (یہ کہہ کر) حضرت عبداللہ بن مسعود نے نماز پڑھی اور ایک بار (یعنی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت) رفع یدین کیا۔

۴- حدثنا الحسن بن علی، نا معاویة و خالد بن عمرو، وابو حذیفة قالوا : نا سفیان باسناده بهذا، قال: فرفع یدیه فی اول مرة، وقال بعضهم مرة واحدة ." (سنن ابی داؤد، ج.۱، ص ۱۰۹)

ترجمہ: معاویہ بن ہشام، خالد بن عمرو اور ابو حذیفہ ان تینوں نے سفیان ثوری سے اوپر مذکور سند (یعنی عن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمن بن الاسود، عن علقمه) سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اوپر مذکور حدیث روایت کی البتہ پہلی روایت کے لفظ "فلم یرفع یدیه الا مرة" کے بجائے "فرفع یدیه فی اول مرة" اور بعض نے "فرفع یدیه مرة واحدة" کے الفاظ بیان کیے۔ ان سب لفظوں کا معنی ایک ہی ہے یعنی صرف ایک مرتبہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کیا۔

۵- اخبرنا محمود بن غیلان المروزی، حدثنا وکیع، حدثنا سفیان، عن عاصم بن کلیب، عن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمه، عن عبدالله انه قال: الا اصلی بکم صلاة رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم؟ فصلی فلم یرفع یدیه الا مرة واحدة." (سنن نسائی، ج:۱، ص:۱۶۱)

ترجمہ: علقمہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا، کیا میں تمہیں وہ نماز نہ دکھاؤں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے (یہ کہہ کر) انھوں نے نماز پڑھی تو ہاتھوں کو صرف ایک مرتبہ ہی اٹھایا (یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت)

۶- اخبرنا سوید بن نصر، حدثنا عبد اللّٰه بن المبارك، عن سفیان، عن عاصم بن کلیب، عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمة، عن عبداللّٰه قال : الا اخبرکم بصلاة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم، قال: فقام فرفع یدیه اول مرة ثم لم یُعِد." (سنن نسائی، ج:۱، ص:۱۵۸، وقال الشیخ النیموی هذا اسناد صحیح)

ترجمہ: علقمہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی خبر نہ دوں؟ علقمہ بیان کرتے ہیں کہ (یہ تنبیہی جملہ کہہ کر) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور ہاتھوں کو اول مرتبہ اٹھایا (یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت) پھر اس کا اعادہ نہیں کیا۔

۷- حدثنا وکیع، حدثنا سفیان، عن عاصم بن کلیب، عن عبد الرحمن بن الاسود، عن علقمة قال: قال ابن مسعود: الا اصلی لکم صلاة رسول الله صلی علیه وسلم؟ قال : فصلی فلم یرفع یدیه الا مرة." (مسند امام احمد، ج:۵، ص:۲۵۱ و ج.۶، ص:۱۱۵) وفیه فرفع یدیه فی اول مرة.

۸- حدثنا وکیع، عن سفیان، عن عاصم بن کلیب، عن عبد الرحمن بن الاسود، عن علقمة، عن عبد الله قال: الا اریکم صلاة رسول الله

صلی الله علیه وسلم؟ فلم یرفع الا مرة."[۱] (مصنف ابن ابی شیبہ، ج:۱، ص:۲۶۷)

ترجمہ: علقمہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تمہیں نہ دکھاؤں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز (یہ کہہ کر انھوں نے نماز پڑھی) تو صرف ایک بار رفع یدین کیا۔

تشریح: خاتمی مرتبت، نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کے حاضر باش، سفر و حضر میں آپؐ کے خادم خاص، آپؐ کی سیرت و سنت کے نمونہ، اور آپ کی تعلیمات وہدایات کے خزینہ، فقیہ امت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے تلامذہ و حاضرین مجلس کو اللہ کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریقۂ نماز کی عملی طور پر تعلیم کی غرض سے نماز پڑھ کر دکھائی اور اس نماز میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کیا، جس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول رفع یدین کا نہیں تھا۔ کیونکہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے فدائی رسول اور فاضل ترین صحابی (جن کے قول و عمل پر مہر اعتماد ثبت فرماتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "ما حدثکم ابن مسعود فصدقوه" (مستدرک حاکم، ج:۳، ص:۳۱۹) (یعنی عبداللہ بن مسعود تم سے جو بات بیان کریں اسے صحیح باور کرو) کے بارے میں سوچا بھی نہیں جاسکتا کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کرکے کوئی بات بیان کریں یا کوئی کام کریں اور اس میں آپ کے طریقہ کی مخالفت کریں چنانچہ امام دار قطنی ایک موقع پر لکھتے ہیں:

(۱) یہ حدیث ان مذکورہ پانچ کتب حدیث کے علاوہ سنن الکبری، بیہقی، ج:۲، ص:۷۸، محلی ابن حزم، ج:۳، ص:۲۳۵، شرح السنۃ بغوی، ج:۳، ص:۲۴ وغیرہ دیگر مسانید، معاجم و تخاریج میں بھی ہے، سنن ابی داؤد، سنن نسائی کی پہلی روایت، اور مسند احمد و مصنف ابن ابی شیبہ کی روایتیں صحیح علی شرط الشیخین ہیں کیونکہ مسند احمد اور مصنف ابن ابی شیبہ کی سند میں یہ پانچ راوی ہیں، وکیع بن الجراح، سفیان ثوری، عاصم بن کلیب، عبدالرحمٰن بن الاسود اور علقمہ بن قیس تلمیذ

....

ابن مسعود رضی اللہ اور یہ سب کے سب صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن اربعہ کے راوی ہیں، البتہ عاصم بن کلیب سے امام بخاری نے صرف تعلیقاً روایت کیا ہے۔

سنن ابی داؤد میں ایک راوی عثمان بن ابی شیبہ زائد ہیں اور یہ ترمذی کے علاوہ اصحاب ستہ کے راوی ہیں، اور سنن نسائی کی سند میں عثمان بن ابی شیبہ کی جگہ محمود بن غیلان ہیں جو صحیحین کے راوی ہیں بلکہ ابو داؤد کے علاوہ اصحاب ستہ نے ان سے روایت کی ہے۔ اور ترمذی کی سند علی شرط مسلم ہے کیونکہ ان کی سند میں عثمان بن ابی شیبہ کی بجائے ہناد ہیں جن سے امام بخاری کے علاوہ بقیہ سارے اصحاب ستہ روایت کرتے ہیں۔ اسی لیے امام ابن حزم ظاہری کہتے ہیں "ان هذا الخبر صحیح" (محلی، ج:۴، ص:۸۸) بلاشبہ یہ حدیث صحیح ہے۔ حافظ ابن القطان فاسی بھی اپنی مشہور کتاب "بیان الوهم والایهام" ج:۳، ص:۳۶۵ میں امام دار قطنی سے اس حدیث کی تصحیح نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وممن قال ذلك الدار قطني، قال انه حديث صحيح، وانما انكر فيه على وكيع زيادة "ثم لا يعود" قالوا انه كان يقولها من قبل نفسه" پھر اپنی تحقیق ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں "والحديث عندي بعدالة رواته اقرب الى الصحة وما به علة سوى ما ذكرت.

معروف محقق علامہ احمد شاکر نے بھی اس حدیث کی تصحیح ان الفاظ میں کی ہے "هو حديث صحيح و ما قالوه في تعليله ليس بعلة" (جامع ترمذی بتحقیق احمد شاکر، ج:۲، ص:۴۱) انھیں الفاظ کے ساتھ عصر حاضر کے مشہور محقق شعیب ارناؤط اور غیر مقلد عالم زہیر الشاویش نے بھی اس حدیث کی صحت کو بیان کیا ہے (شرح السنۃ، ج:۳، ص:۲۴) اور معروف ظاہری عالم و ناقد حدیث شیخ ناصر الدین البانی تو نہایت تاکید و جزم کے ساتھ لکھتے ہیں، والحق انه حديث صحيح و اسناده صحيح على شرط مسلم ولم نجد لمن اعله حجة يصلح التعلق بها ورد الحديث من اجلها، (مشكوة المصابيح بتحقيق الشيخ الباني، ج:۱، ص:۲۵۴)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حافظ ابن حزم ظاہری، امام دار قطنی، حافظ ابن القطان فاسی باستثنا لفظ "ثم لا يعود" اور محدث البانی الظاہری، محقق احمد شاکر، شیخ شعیب ارناؤط و شیخ زہیر الشاویش کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے اور بعض محدثین مثلاً امام دار قطنی و ابن القطان وغیرہ نے

اس میں جو علت نکالی ہے وہ ان محققین کے نزدیک لایق اعتبار نہیں جس سے حدیث کی صحت متاثر ہو۔ کیونکہ امام دار قطنی اور حافظ ابن القطان کا لفظ "ثم لایعود" سے انکار اور اسے وکیع کا اضافہ بتانا نہ صرف یہ کہ بلا دلیل ہے بلکہ خلاف دلیل ہے کیونکہ لفظ "ثم لا یعود" کو نقل کرنے میں وکیع منفرد نہیں ہیں کہ اسے انکا اضافہ کہا جائے بلکہ نسائی کی روایت (۶) میں عبد اللہ بن المبارک، بھی سفیان ثوری سے ثم لم یعد کے الفاظ بیان کرتے ہیں، اور سنن ابی داؤد کی روایت (۴) میں معاویہ بن ہشام، خالد بن عمرو اور ابو حذیفہ بھی سفیان ثوری سے "ثم لایعود" کے ہم معنی الفاظ نقل کرتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ اس لفظ کے بیان میں وکیع منفرد اور اکیلے نہیں ہیں بلکہ ان کے (باستثناء خالد بن عمرو) لائق اعتبار و قوی متابع موجود ہیں تو پھر کیسے باور کیا جاسکتا ہے کہ یہ لفظ خود وکیع کا اپنی جانب سے اضافہ ہے۔

نیز امام دار قطنی کا کتاب العلل میں یہ کہنا کہ وکیع سے ان کے مشاہیر تلامذہ مثلاً امام احمد بن حنبل، ابو بکر بن ابی شیبہ اور ابن نمیر نے اس حدیث کو روایت کیا ہے مگر یہ مشاہیر "ثم لایعود" کے لفظ کو ذکر نہیں کرتے۔ لہٰذا یہ زیادتی غیر محفوظ ہے، تو ان کا یہ دعویٰ بھی خلاف واقع ہے کیونکہ حدیث (۷و۸) علی الترتیب مسند امام احمد و مصنف ابن ابی شیبہ سے نقل کی گئی ہیں جن میں امام احمد اور امام ابن ابی شیبہ دونوں وکیع سے "فلم یرفع یدیه الا مرة" کے الفاظ روایت کرتے ہیں اور یہ جملہ "فرفع یدیه ثم لم یعد" یا ثم لا یعود کے ہم معنی ہی ہے۔ پھر امام احمد بن حنبل اور ابو بکر بن ابی شیبہ کے متابع ابی داؤد میں عثمان بن ابی شیبہ، جامع ترمذی میں ہناد بن السری، سنن نسائی میں محمود بن غیلان اور شرح معانی الآثار میں نعیم بن حماد اور یحییٰ بن یحییٰ ہیں جو سب کے سب وکیع سے "فلم یرفع یدیه الا مرة" یا اسی کے ہم معنی الفاظ روایت کرتے ہیں۔ اس لیے اس حدیث پر امام دار قطنی کا یہ اعتراض بھی بے معنی ہے۔

اسی طرح امام ابو حاتم وغیرہ کا یہ کہنا کہ "ثم لا یعود" کے لفظ کی زیادتی سفیان ثوری کا وہم ہے، کیونکہ عبد اللہ بن ادریس کی روایت میں یہ زیادتی نہیں ہے۔ نہایت تعجب خیز ہے کیونکہ انہی سفیان ثوری کو آمین بالجہر کی روایت میں باور کرایا گیا تھا کہ یہ احفظ الناس ہیں اور ان کے مقابلہ میں امام احمد بن حنبل وغیرہ کے اس فیصلہ کے باوجود کہ "وشعبة احسن حدیثاً من الثوری" امیر المومنین فی الحدیث امام شعبہ کا حفظ و ضبط بھی پایۂ اعتبار سے ساقط بتایا گیا تھا، لیکن

اب یہی سفیان ثوری مسئلہ رفع یدین میں وہم کے شکار بتائے جارہے ہیں اور ان کی روایت پر عبد اللہ بن ادریس کی روایت کے مقابلہ میں جو ان کی طرح نہ تو حافظ ہیں نہ امام و حجۃ خطاء اور ضعیف کا حکم چسپاں کیا جارہا ہے اور یہ سب کچھ اس روایت کی بنیاد پر کیا جارہا ہے جس کا سفیان ثوری کی روایت سے فی الواقع کوئی اختلاف ہی نہیں کیونکہ ابن ادریس کی یہ روایت مسئلہ تطبیق سے متعلق ہے اور سفیان ثوری کی روایت کا تعلق رفع یدین سے ہے دونوں حدیثوں کا سیاق خود بتارہا ہے کہ مختلف مسئلوں سے متعلق یہ دو مستقل حدیثیں ہیں اس لیے سرے سے ان میں کوئی مخالفت ہی نہیں کہ ایک کو صواب اور دوسری کو خطایا صحیح و ضعیف ٹھہرایا جائے۔

اور اگر ان بزرگوں کے احترام میں یہ مان بھی لیا جائے کہ یہ دونوں ایک ہی حدیث ہیں تو اصولی طور پر سفیان ثوری ہی کی روایت راجح ہوگی کیونکہ سفیان ثوری ثقہ، فقیہ، عابد کے باوصف حافظ، امام اور حجۃ بھی ہیں جبکہ ابن ادریس صرف ثقہ، فقیہ اور عابد ہیں۔ اور حضرات محدثین کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ ثقہ کے مقابلہ میں اوثق کی روایت راجح ہوتی ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زیر نظر روایت کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ امام ترمذی ناقل ہیں کہ مشہور امام حدیث عبد اللہ بن المبارک فرماتے ہیں فقد ثبت حدیث من یرفع یدیه وذکر حدیث الزهری عن سالم عن ابیه، ولم یثبت حدیث ابن مسعود ان النبی صلی الله علیه وسلم لم یرفع یدیه الا فی اول مرة (جامع ترمذی، ج:۱، ص:۵۹)

تو اس اعتراض کے سلسلے میں عرض ہے کہ گزشتہ سطور میں بیان کردہ تفصیلات سے واضح ہو چکا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس فعلی روایت کے تمام راوی ثقہ بلکہ علی شرط مسلم اور بقول بعض علی شرط الشیخین ہیں، نیز امام ترمذی، امام دار قطنی، حافظ ابن حزم ظاہری، حافظ ابن القطان فاسی، احمد شاکر، شیخ البانی، محقق شعیب ارناؤط، اور زہیر الشاویش صراحتاً اس کی تحسین و تصحیح کرتے ہیں تو پھر حضرات محدثین کے اصول کے اعتبار سے امام عبد اللہ بن المبارک کی اس مبہم جرح سے یہ روایت کیونکر ضعیف ہو جائے گی، جبکہ حافظ ابن حجر کی یہ تصریح بھی موجود ہے کہ "لا یلزم من نفی الثبوت، ثبوت الضعف لاحتمال ان یراد بالثبوت الصحة فلا ینفی الحسن" (نتائج الافکار بحوالہ نور العینین، ص:۵۳) یعنی ثبوت کی نفی سے ضعف کا ثبوت ضروری نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ثبوت سے مراد صحت ہو لہٰذا لم

..........ءُ..........

یثبت سے صرف صحیح کی نفی ہوگی حسن کی نہیں۔

اسی لیے حافظ ابن دقیق العید کہتے ہیں "وعدم ثبوت الخبر عند ابن المبارك لا يمنع النظر فيه وهو يدور على عاصم بن كليب و قد وثقه ابن معين" (نصب الرایۃ، ج:۱، ص:۳۹۵) یعنی عبداللہ بن المبارک کے نزدیک اس خبر کا ثابت نہ ہونا اس بات سے مانع نہیں ہے کہ اس کے راویوں میں بحث و نظر کی جائے (اور بحث و تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ) یہ حدیث عاصم بن کلیب پر دائر ہے اور ابن معین ان کی توثیق کرتے ہیں (لہٰذا یہ حدیث صحیح ہے)

علاوہ ازیں خود عبداللہ بن المبارک کے الفاظ "ولم يثبت حديث ابن مسعود ان النبي صلى الله عليه وسلم لم يرفع يديه الا اول مرة" صاف بتا رہے ہیں کہ وہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے ثابت اس فعلی روایت پر کلام نہیں کر رہے ہیں بلکہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے منقول اس قولی روایت پر جرح کر رہے ہیں جس میں مسنداو مرفوعاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ترک رفع یدین کے عمل کو بیان کیا گیا ہے۔ کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی یہ صراحتاً مرفوع روایت، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رفع یدین کرنا ثابت ہوتا ہے معارض و مخالف ہے اور وہ پہلے صراحت کر چکے ہیں کہ "قد ثبت حديث من يرفع يديه" تو اس کے معارض و مخالف کو کس طرح ثابت مان سکتے ہیں۔

خود امام ترمذی نے اپنی سیاق عبارت سے اس کی طرف واضح اشارہ کر دیا ہے کہ عبداللہ بن المبارک کی جرح حضرت ابن مسعود کی فعلی روایت پر نہیں بلکہ قولی مرفوع روایت پر ہے۔ کیونکہ انھوں نے پہلے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ذکر کی ہے اور اس کی تحسین و تصحیح اور اس کے مطابق صحابہ و تابعین اور فقہا کے عمل کا تذکرہ کرنے کے بعد حضرت عبداللہ بن المبارک کے کلام قد ثبت حديث من يرفع يديه الخ کو نقل کیا ہے۔ اس کے بعد اپنی سند سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زیر بحث فعلی روایت "الا اصلى بكم صلوٰة رسول الله الخ" ذکر کر کے اسے حسن کہا ہے پھر اس کی تائید میں حضرات صحابہ اور فقہا کے عمل کو پیش کیا ہے۔

امام ترمذی کی عبارت کی اس ترتیب میں ادنیٰ تامل سے واضح ہو جاتا ہے کہ عبداللہ بن

وعبد اللهٰ بن مسعود اتقى لربه واشح على دينه من
ان يروىَ عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه يقضى
بقضاء ويفتى هو بخلاف هذا لا يتوهم مثله على

المبارک کی اس جرح کا تعلق حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس فعلی روایت سے نہیں بلکہ اس قولی روایت سے ہے جسے امام ترمذی نے عبداللہ بن المبارک سے تعلیقاً اور امام طحاوی وغیرہ نے مسنداً ذکر کیا ہے اسی لیے امام ترمذی نے اس جرح کے بعد اس زیر بحث فعلی روایت کو ذکر کیا ہے اور اس کی تحسین کی ہے۔

پھر سنن نسائی کی روایت (٦) میں خود امام عبداللہ بن المبارک، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس فعلی حدیث کے راوی ہیں تو وہ کیسے یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ روایت ثابت نہیں ہے۔

نیز یہ بات بھی ملحوظ رہنی چاہیے کہ تمام محدثین و فقہا بیک زبان حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہی مسلک نقل کرتے ہیں کہ وہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے اور اسی پر ان کے سارے تلامذہ کا بھی عمل تھا۔ اس لیے اگر کوئی محض حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بیان کرے کہ "فصلى و لم يرفع يديه الا اول مرة" کہ انھوں نے نماز پڑھی اور صرف ایک بار ہی ہاتھوں کو اٹھایا۔ تو یہ بیان واقع ہوگا جس کے متعلق جانتے بوجھتے لم یثبت کیسے کہا جا سکتا ہے۔

اس بحث و تحقیق سے یہ بات مدلل طور پر روشن ہوگئی کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت بلا غبار صحیح ہے اور اس کی صحت پر جو اشکالات کیے گئے ہیں، اصول محدثین کی رو سے بے بنیاد ہیں جن سے روایت کی صحت متاثر نہیں ہوتی اسی لیے تو جماعت غیر مقلدین کے نامور محدث شیخ البانی پوری قوت کے ساتھ لکھتے ہیں:

"والحق انه حديث صحيح و اسناده صحيح على شرط مسلم، ولم نجد لمن اعلّه حجة يصلح التعلق بها وردّ الحديث من اجلها. (مشكوة المصابيح بتحقيق الشيخ البانى، ج:۱، ص:۲۵۴)

حق بات تو یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس کی سند علی شرط مسلم صحیح ہے اور جن لوگوں نے اس حدیث میں علت نکالی ہے ہمیں ان کی کوئی ایسی دلیل نہیں ملی جسے دلیل کے طور پر پیش کیا جا سکے اور اس کی بنا پر حدیث کو رد کر دیا جائے۔

عبد الله بن مسعود ـــ (دار قطنی ج ۲، ص ۳۶۱)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس بارے میں اپنے رب سے بہت زیادہ ڈرنے والے اور اپنے دین کو ترجیح دینے والے تھے کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ کوئی فیصلہ نقل کریں اور فتویٰ اس کے خلاف دیں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسی شخصیت کے متعلق اس کا وہم بھی نہیں کیا جاسکتا۔

اس لیے بغیر کسی تردد کے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول یہ فعلی حدیث ناطق ہے کہ عام نمازوں میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہ کرنا سنت رسول ہے۔

۸- حدثنا ابن ابی داؤد قال حدثنا نعیم بن حماد، قال ثنا وکیع، عن سفیان ، عن عاصم بن کلیب، عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمه، عن عبد الله عن النبی صلی الله علیه وسلم انه کان یرفع یدیه فی اول تکبیرة ثم لا یعود." (شرح معانی الآثار، ج ۱، ص ۱۳۲ و اسناده قوی)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی تکبیر (یعنی تکبیر تحریمہ) کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے اس کے بعد دوبارہ نہیں اٹھاتے تھے۔

۹- حدثنا محمد بن النعمان، قال حدثنا یحی بن یحی، قال حدثنا وکیع، عن سفیان فذکر مثله باسناده.

(شرح معانی الآثار، ج ۱، ص:۱۳۲ و اسناده ایضا قوی)

اس حدیث کی سند سفیان ثوری کے آگے بعینہٖ وہی ہے جو حدیث (۸) کی ہے اور متن کے الفاظ بھی وہی ہیں۔

۱۰- ابو حنیفة، عن حماد، عن ابراهیم، عن الاسود ان عبد الله بن مسعود رضی الله عنه کان یرفع یدیه فی اول التکبیر ثم لا یعود لشیٔ

من ذلك و یؤثر ذلك عن النبی صلی الله علیه وسلم (عقود الجواهر المنیفة، ج ۱، ص:۱۰۱ و مسند ابی حنیفة رجاله کلهم ثقات)

ترجمہ: اسود نخعی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے اس کے بعد نماز کے کسی حصہ میں ہاتھوں کو نہیں اٹھاتے تھے اور اپنے اس عمل کو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے تھے۔

تشریح: یہی وہ حدیث ہے جسے امام اعظم ابو حنیفہؒ نے مناظرہ میں امام اوزاعیؒ سے بیان فرمائی تھی اور ثابت کیا تھا کہ اس کی سند کا ہر راوی فقیہ ہے اور امام اوزاعی لاجواب ہو کر خاموش ہوگئے تھے۔

۱۱- اخبرنا ابو عبد الله الحافظ، ثنا محمد بن صالح بن هانی، ثنا ابراهیم بن محمد بن مخلد الضریر، ثنا اسحاق بن ابی اسرائیل ثنا محمد بن جابر، عن حماد بن ابی سلیمان، عن ابراهیم، عن علقمة، عن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه قال: صلیت خلف النبی صلی الله علیه وسلم و ابی بکر، وعمر فلم یرفعوا ایدیهم الا عند افتتاح الصلوٰة (السنن الکبری للبیهقی، ج:۲، ص:۷۹-۸۰، وقال الحافظ ابن الماردینی اسناده جید ورواه ایضا الدار قطنی وفیه قال اسحاق وبه ناخذ فی الصلوٰة کلها) (۱)

---

(۱) اس حدیث کے جملہ راوی ثقہ ہیں البتہ محمد بن جابر الحنفی الیمامی پر بہت سے ائمہ حدیث نے جرح کی ہے لیکن کسی نے انھیں کذب سے متہم نہیں کیا ہے بلکہ سب انھیں صدوق مانتے ہیں۔ لیکن بڑھاپے میں نابینا ہوگئے تھے، حافظہ بھی خراب ہو گیا تھا اور تلقین قبول کر لیتے تھے۔ بایں ہمہ امام ابو حاتم الرازی انھیں ابن لہیعہ پر فوقیت دیتے ہیں اور ابن لہیعہ محققین کے نزدیک حسن الحدیث ہیں اس لیے محمد بن جابر کی حدیث بھی حسن سے کم درجہ کی نہیں ہو سکتی۔ پھر ان سے روایت کرنے والوں میں ایوب سختیانی، عبد اللہ بن عون، شعبہ بن الحجاج، سفیان بن عیینہ، سفیان ثوری، وکیع بن الجراح، جریر بن عبد الحمید جیسے اکابر محدثین اور ائمہ جرح ہیں لہٰذا اگر یہ قابل روایت نہ ہوتے تو یہ اساطین ان سے کیونکر روایت کرتے بالخصوص امام شعبہ۔ اور ایوب سختیانی جو شیوخ سے روایت لینے میں بیحد محتاط تھے اور ضعیف راویوں سے حدیث نہیں لیتے تھے۔ نیز حافظ

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی سب نے صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کو اٹھایا۔

تشریح: حدیث ۸ تا ۱۱ سے بصراحت ثابت ہو رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اکابر اصحاب حضرت ابو بکر و عمر فاروق اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم عام نمازوں میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ لہٰذا اس طریقہ کے اولیٰ وافضل ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے۔

۱۲- حدثنا محمد بن الصباح البزاز، نا شريك، عن يزيد بن ابى زياد، عن عبد الرحمن بن ابى ليلى، عن البراء ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا افتتح الصلاة رفع يديه الى قريب من اذنيه ثم لا يعود (سنن ابی داؤد، ج:۱، ص:۱۰۹)

ترجمہ: حضرت براء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو ہاتھوں کو کانوں کے قریب تک اٹھاتے پھر اس کا اعادہ نہیں کرتے تھے۔

۱۳- حدثنا هشيم عن يزيد بن ابى زياد، عن عبد الرحمن بن ابى ليلى عن البراء بن عازب قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم رفع

نور الدین ہیثمی کہتے ہیں "وقد وثقه غير واحد" اور ان غیر واحد میں ایک امام طبرانی بھی ہیں (حاشیہ نصب الرایہ، ج:۱، ص:۶۴) پھر حضرات محدثین کا یہ اصول ہے کہ مختلط راوی سے اگر کوئی ثقہ قبل اختلاط روایت کرے یا اس کی روایت کو قابل اعتبار سمجھ کر اس پر عمل کرے تو وہ حدیث معتبر مان لی جاتی ہے اور محمد بن جابر سے ثقہ وثبت راوی اسحاق بن اسرائیل روایت کرنے کے بعد کہتے ہیں "وبه ناخذ سنن دار قطنى، ج۱، ص: ۱۱۱" چنانچہ اسی اصول کے پیش نظر محدث عصر علامہ انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں "وقد اخذ به اسحاق فيعتبر" نیل الفرقدین، ص: ۹۴۔ علاوہ ازیں اس روایت کے قوی شواہد بھی موجود ہیں اس لیے اس کے معتبر ہونے میں کسی منصف مزاج کو کلام نہیں ہو سکتا ہے۔

يديه حين افتتح الصلاة ثم لم يرفعهما حتى انصرف." (جامع المسانيد والسنن، ج.۲، ص:۵٦، وقال المحشى اخرجه الامام احمد فى مسنده، ج:۴، ص:۲۸۲)(۱)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ نماز شروع کرنے کے وقت آپ نے ہاتھوں کو اٹھایا پھر نماز سے فارغ ہونے تک ہاتھوں کو نہیں اٹھایا۔

۱۴- حدثنا اسحاق، حدثنا هشيم، عن يزيد بن ابى زياد، عن عبد الرحمن بن ابى ليلى، عن البراء قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم حين افتتح الصلاة كبر و رفع يديه حتى كادتا تحاذيان اذنيه ثم لم يعد (مسند ابو يعلى، ج ۳، ص.۲۴۸)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا میں نے اللہ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ جب آپ نے نماز شروع کی تو تکبیر کہی اور دونوں ہاتھوں کو اٹھایا یہاں تک کہ وہ تقریباً کانوں کے برابر ہو گئے پھر آپ نے (ہاتھوں کے اٹھانے کا یہ عمل) دوبارہ نہیں کیا۔

۱۵- حدثنا اسحاق، حدثنا ابن ادريس قال: سمعت يزيد بن ابى زياد، عن ابن ابى ليلى، عن البراء قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم رفع يديه حين استقبل الصلاة حتى رأيت ابهاميه قريبا من اذنيه ثم لم يرفعهما." (مسند ابو يعلى، ج:۳، ص:۲۴۹)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے جس وقت نماز شروع کی تو ہاتھوں کو اٹھایا

(۱) مسند امام احمد میں "ثم لم يرفعهما حتى انصرف، یا ثم لا یعود وغیرہ جیسے ہم معنی الفاظ نہیں ممکن ہے امام احمد کا طریقہ یہ ہو کہ روایت کے جو الفاظ ان کے نزدیک معلول یا مشکل ہوں انھیں حذف کر دیتے ہوں چنانچہ امام بخاری کے بارے میں اس نوع کے تصرف کا ذکر کیا جاتا ہے دیکھیے فتح الباری ج:۲، ص:۳۵۰ باب اذا لم يتم الركوع، ورنہ ہشیم کی روایت میں دیگر محدثین کے یہاں یہ الفاظ موجود ہیں۔

یہاں تک کہ میں نے دیکھا آپ کے دونوں انگوٹھے آپ کے کانوں کے قریب ہوگئے اس کے بعد ہاتھوں کو نہیں اٹھایا۔

۱۶- عبدالرزاق، عن ابن عیینة، عن یزید عن عبد الرحمن بن ابی لیلٰی، عن البراء بن عازب قال: کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اذا کبر رفع یدیه حتی یری ابهامه قریبا من اذنیه، وزاد قال مرة واحدة ثم لا تعد لرفعهما فی تلك الصلوٰة." (مصنف عبد الرزاق، ج:۲، ص:۷۰-۷۱)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تکبیر (تحریمہ) کہتے تو ہاتھوں کو اٹھاتے یہاں تک کہ آپ کے انگوٹھے آپ کے کانوں کے قریب دیکھے جاتے... پھر اس نماز میں دوبارہ ہاتھوں کو نہیں اٹھاتے تھے۔

۱۷- حدثنا ابوبکرة قال حدثنا مؤمّل، قال ثنا سفیان، قال حدثنا یزید بن ابی زیاد، عن ابن ابی لیلٰی، عن البراء بن عازب قال: کان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم اذا کبر لافتتاح الصلاة رفع یدیه حتی یکون ابهاماه قریبا من شحمتی اذنیه ثم لا یعود (شرح معانی الآثار، ج:۱، ص:۱۳۲)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب تکبیر تحریمہ کہتے تو ہاتھوں کو اٹھاتے یہاں تک کہ آپ کے انگوٹھے آپ کے کانوں کی لو کے قریب ہو جاتے۔اس کے بعد ہاتھوں کو نہیں اٹھاتے تھے۔

۱۸- حدثنا احمد بن علی بن العلاء، ثنا ابو الاشعث، ثنا محمد بن بکر، ثنا شعبة، عن یزید بن ابی زیاد قال: سمعت ابن ابی لیلٰی یقول: سمعت البراء فی هذا المجلس یحدث منهم کعب بن عجرة قال: رأیت رسول اللّٰه صلی اللّٰه وسلم حین افتتح الصلاة یرفع یدیه فی اول تکبیرة." (سنن الدار قطنی، ج:۱، ص:۱۱۰)

ترجمہ: عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے خاص اسی مجلس (یعنی جامع کوفہ) میں حدیث بیان کرتے ہوئے سنا اہل مجلس میں سے ایک حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب نماز شروع فرماتے تو صرف اول تکبیر (یعنی تکبیر تحریمہ) میں ہاتھوں کو اٹھاتے تھے۔

۱۹- حدثنا یحی بن محمد بن صاعد، نا محمد بن سلیمان لوَین، ثنا اسماعیل بن زکریا، ثنا یزید بن ابی زیاد، عن عبدالرحمن بن ابی لیلی، عن البراء انه رأی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم حین افتتح الصلاة رفع یدیه حتی حاذ ابهما اذنیه ثم لم یعد الی شئ من ذلك حتی فرغ من صلاته." (سنن الدار قطنی، ج ۱، ص:۱۱۰)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جس وقت آپ نے نماز شروع فرمائی تو دونوں ہاتھوں کو اٹھایا یہاں تک کہ آپ کے دونوں ہاتھ آپ کے کانوں کے مقابل ہوگئے پھر دوبارہ ہاتھوں کو نہیں اٹھایا حتی کہ نماز سے فارغ ہوگئے۔

۲۰- حدثنا ابوبکر الآدمی احمد بن محمد بن اسماعیل، نا عبد اللّٰه بن محمد بن ایوب المخرّمی، نا علی بن عاصم، نا محمد بن ابی لیلٰی عن یزید بن ابی زیاد، عن عبد الرحمن بن ابی لیلٰی عن البراء بن عازب قال: رایت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم حین قام الی الصلوٰة فکبر و رفع یدیه حتی ساوی بهما اذنیه ثم لم یعد."

(سنن الدار قطنی، ج:۱، ص:۱۱۰)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ جس وقت آپ نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو دونوں ہاتھوں کو اٹھایا یہاں تک کہ انھیں کانوں کے برابر کر دیا اس کے

بعد دوبارہ نہیں اٹھایا۔

۲۱- حدثنا حسین بن عبدالرحمن، انا وکیع، عن ابن ابی لیلیٰ، عن اخیه عیسٰی، عن الحکم[1]، عن عبدالرحمن بن ابی لیلی عن البراء بن عازب قال: رأیت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم رفع یدیه حین افتتح الصلوٰة ثم لم یرفعهما حتی انصرف."

(سنن ابی داؤد، ج ۱، ص ۱۰۹-۱۱۰)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے جس وقت نماز شروع فرمائی تو دونوں ہاتھوں کو اٹھایا اس کے بعد نماز سے فارغ ہونے تک ہاتھوں کو نہیں اٹھایا۔

۲۲- حدثنا ابوبکر قال: نا وکیع، عن ابن ابی لیلیٰ، عن الحکم و عیسی، عن عبد الرحمن بن ابی لیلی عن البراء بن عازب ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کان اذا افتتح الصلاة رفع یدیه ثم لا یرفعهما حتی یفرغ." (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱، ص ۲۶۷)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو ہاتھوں کو اٹھاتے اس کے بعد نماز سے فارغ ہونے تک نہیں اٹھاتے تھے۔

۲۳- حدثنا ابن ابی داؤد قال حدثنا عمرو بن عون، قال انا خالد عن ابن ابی لیلی عن اخیه وعن الحکم عن ابن ابی لیلی عن البراء بن عازب عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم مثله.

۲۴- وحدثنا محمد بن النعمان قال ثنا یحیی بن یحیی قال حدثنا وکیع عن ابن ابی لیلی عن اخیه و عن الحکم عن ابن ابی لیلی عن

(۱) "عن اخیه عیسی عن الحکم" سہو کاتب ہے صحیح سند یوں ہے عن اخیه عیسی والحکم، دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ شرح معانی آثار وغیرہ

البراء عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم مثله (شرح معانی الآثار، ج ۱، ص ۱۳۲)

اس حدیث کے الفاظ بعینہٖ وہی ہیں جو حدیث (۱۷) کے ہیں یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب تکبیر تحریمہ کہتے تو ہاتھوں کو یہاں تک اٹھاتے کہ آپ کے انگوٹھے آپ کے کانوں کی لو کے قریب ہو جاتے تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھوں کو نہیں اٹھاتے تھے۔

تشریح: متعدد سندوں سے مروی یہ حدیث بھی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول روایت کی طرح اس بارے میں بالکل صریح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ اس لیے ترک رفع یدین ہی اولیٰ وافضل ہوگا۔(۱)

(۱) رفع یدین پر عمل کرنے والوں کی جانب سے اس حدیث کو ضعیف بتانے کے لیے کہا جاتا ہے۔

الف: اس حدیث کے ایک مرکزی راوی یزید بن ابی زیاد ضعیف ہیں، آخری عمر میں ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا۔

ب: اس روایت کا آخری لفظ "ثم لا یعود" اسی خرابیٔ حافظہ کا نتیجہ ہے چنانچہ معروف امام حدیث سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ میں نے یزید بن ابی زیاد سے یہ حدیث مکہ معظمہ میں سنی تو اس میں یہ لفظ نہیں تھا، پھر جب میں کوفہ آیا اور ان سے دوبارہ یہ حدیث سنی تو اس وقت انھوں نے "ثم لایعود" کی زیادتی بھی بیان کی جس سے مجھے یہ گمان ہوا کہ لوگوں نے انھیں یہ لفظ پکڑا دیا ہے اور وہ خرابیٔ حافظہ کے باعث بے جانے بوجھے اسے روایت کرنے لگے ہیں۔ (فظننت انهم لقنوه)

ج: امام سفیان بن عیینہ کے گمان کی تائید و تصدیق اس سے ہوتی ہے کہ یزید بن ابی زیاد کے قدیم تلامذہ مثلاً سفیان ثوری، شعبہ بن الحجاج، سفیان بن عیینہ، ہشیم الواسطی، زہیر بن معاویہ، خالد بن عبداللہ الطحان، عبداللہ بن ادریس وغیرہ ثم لا یعود کا لفظ ان سے نقل نہیں کرتے۔ البتہ ان کے آخری دور کے شاگرد (جب کہ ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا) اسے بیان کرتے ہیں لہٰذا "ثم لا یعودُ" کا اضافہ صحیح نہیں بلکہ امام بخاریؒ کے بقول "والمحفوظ ما روی عنه الثوری و شعبة و ابن عیینة قدیماً" یعنی وہی روایت غلطی سے محفوظ اور صحیح ہے جسے یزید بن ابی زیاد کے قدیم تلامذہ سفیان ثوری، شعبہ، ابن عیینہ وغیرہ روایت کرتے ہیں۔ ان اعتراضات کی

تفصیل کے لیے جزء رفع یدین از امام بخاری، ص:۱۵، سنن ابی داؤد، ج:۱، ص:۱۰۹، السنن الکبری از امام بیہقی، ج:۲، ص:۷۶، تحفۃ الاحوذی، ج:۲، ص:۹۶، از حافظ عبدالرحمٰن مبارک پوری، العون المعبود، ج:۱، ص:۲۵۱ از مولانا شمس الحق عظیم آبادی وغیرہ کتابیں دیکھی جائیں۔

ذیل میں ان اشکالات کے جواب ملاحظہ کیجیے۔

(الف) براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی اس روایت کے ایک راوی یزید بن ابی زیاد القرشی الہاشمی ولاءً والکوفی پر اگرچہ بعض ارباب جرح و تعدیل نے ان کے مذہب تشیع اور آخر عمر میں حافظہ خراب ہو جانے کی بنا پر کلام کیا ہے۔ لیکن انہیں علی الاطلاق ضعیف قرار دینا خلاف انصاف ہے۔

کیونکہ امام مسلم یزید بن ابی زیاد کو ان رجال میں شمار کرتے ہیں جو سچے اور عدالت و مروت کے منافی امور سے بری ہیں، (مقدمہ مسلم مع فتح الملہم، ص:۱۱۶) امام احمد بن صالح کہتے ہیں "یزید بن ابی زیاد ثقہ ہیں جو لوگ ان میں کلام کرتے ہیں ان کا قول مجھے پسند نہیں۔" (تاریخ اسماء الثقات لابن الشاہین، ص:۱۹۷) امام شعبہ ان کے بارے میں کہتے ہیں "یزید بن ابی زیاد سے حدیثیں لکھنے کے بعد مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ کسی اور سے احادیث نہ لکھوں۔" (میزان الاعتدال، ج:۴، ص:۴۲۳) امام ابوداؤد کہتے ہیں کہ "مجھے معلوم نہیں کہ کسی نے ان کی حدیثیں ترک کردی ہوں البتہ ان کے مقابلہ میں دوسرے قوی و متفق راوی مجھے زیادہ پسند ہیں" (تہذیب التہذیب، ج:۱۱، ص:۲۸۶) سفیان بن یعقوب کہتے ہیں کہ "تغیر حافظہ کی بناء پر گو کہ لوگوں نے ان میں کلام کیا ہے پھر بھی وہ عادل و ثقہ ہیں اگرچہ حکم و منصور کے درجہ کے نہ ہوں۔" امام عجلی انہیں جائز الحدیث کہتے ہیں اور یہ بھی صراحت کرتے ہیں کہ آخر عمر میں ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا۔" (تہذیب التہذیب، ج:۱۱، ص:۲۸۶) امام ابن حبان کہتے ہیں کہ "یزید صدوق ہیں البتہ بوڑھے ہو جانے پر ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا اور تلقین قبول کرنے لگے تھے اس وجہ سے ان کی حدیثوں میں مناکیر داخل ہو گئیں۔ لہٰذا جن لوگوں نے ان سے تغیر حافظہ سے پہلے حدیثیں سنیں ان کا سماع صحیح ہے۔" (تہذیب التہذیب، ج:۱۱، ص:۲۸۷) امام ذہبی اس اعتراف کے ساتھ کہ وہ متقن نہیں تھے انھیں الاحادیث ... یۃ العلم جیسے وقیع الفاظ سے یاد کرتے ہیں اور ان سے ... ہونے ... ہوئے لکھتے ہیں کہ "امام شعبہ نقد رجال میں کمال مہارت و حذاقت کے باوصف ... سے روایت کرتے ہیں۔" (سیر اعلام النبلاء، ج:۶،

ص:۱۲۹، ۱۳۰) امام بخاری نے صحیح میں ان سے تعلیقاً ایک کلمہ کے معنی کی روایت لی ہے اور امام مسلم اپنی صحیح میں مقروناً ان سے روایت کرتے ہیں۔ امام ترمذی نے ان کی رواتوں کی تحسین کی ہے۔ علاوہ ازیں یہ عطاء بن السائب کے ہم درجہ ہیں اور عطاء بن السائب سے امام بخاری اور اصحاب سنن روایت کرتے ہیں اس لیے علی الاطلاق انھیں ضعیف کہنا درست نہیں۔ چنانچہ علامہ احمد شاکر لکھتے ہیں: "ویزید هذا ضعفه بعضهم من قبل انه شيعي و من قبل انه اختلط في آخر حياته والحق انه ثقة " (جامع ترمذی تحقیق و شرح الشیخ احمد شاکر، ج:۱، ص:۱۹۵) یعنی یزید بن ابی زیاد کو بعض محدثین نے ان کے شیعی ہونے کی وجہ سے ضعیف کہا ہے اور بعض نے ان کے آخر عمر میں حافظہ خراب ہو جانے کی بناء پر حالانکہ سچی بات یہ ہے کہ وہ ثقہ ہیں۔

ایک ضروری تنبیہ: اس موقع پر یہ بات ذہن نشین رہے کہ مشہور غیر مقلد محدث قاضی شوکانی نے بربنائے غلطی زیر بحث یزید بن ابی زیاد القرشی الہاشمی الکوفی ابو عبداللہ، کو یزید بن زیاد و بقول بعض بن ابی زیاد القرشی الدمشقی سمجھ لیا اور علمائے رجال نے یزید دمشقی پر جو شدید جرحیں کی ہیں ان سب کو نیل الاوطار، ج:۱، ص:۲۷۵ میں زیر بحث یزید بن ابی زیاد کوفی پر چسپاں کردیں، اور انھیں کی تقلید و اتباع میں مولانا حافظ عبدالرحمٰن مبارک پوری نے تحفۃ الاحوذی، ج:۲، ص:۹۶ میں لکھ دیا کہ یزید حسن الحدیث نہیں ہیں اس لیے امام ترمذی نے ان سے مروی حدیث کی تحسین کسی اور وجہ سے کی ہے جب کہ یزید بن ابی زیاد کوفی حسن الحدیث سے کسی طرح بھی کم نہیں ہیں اور امام ترمذی کی تحسین بالکل درست اور بے غبار ہے جس میں کسی تاویل و توجیہ کی ضرورت نہیں۔ بعینہ یہی وہم امام نووی کو مقدمہ مسلم کی شرح میں پیش آگیا ہے جس پر حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب، ج:۱۱، ص:۲۸۷ پر نقد کیا ہے۔

(ب) رہا یہ دعویٰ کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی اس روایت میں آخری جملہ "ثم لا يعود" یا "ثم لم يعد" بعد کا اضافہ ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ یزید بن ابی زیاد سے اس حدیث کو روایت کرنے والے ان کے قدیم تلامذہ اس جملہ کو نقل نہیں کرتے البتہ ان کی آخری عمر میں (جب کہ ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا اور تلقین قبول کرنے لگے تھے) جن لوگوں نے ان سے حدیث کی سماعت کی ہے وہی اس اضافی جملہ کو ان سے نقل کرتے ہیں۔

ان ائمہ حدیث کی جلالت قدر اور بلندیٔ درجات کے بھرپور احساس و اعتراف کے ساتھ

عرض ہے کہ خود انہی بزرگوں کے مقررہ و مسلمہ اصول کے لحاظ سے یہ دعویٰ اور اس کی دلیل دونوں محل نظر ہیں، کیونکہ یزید بن ابی زیاد سے "ثم لا یعود" یا اس کے ہم معنی الفاظ، مسند ابی یعلی اور جامع المسانید والسنن میں ہشیم سے، مصنف عبدالرزاق میں ابن عیینہ سے، شرح معانی الآثار میں سفیان ثوری سے، مسند ابی لیلیٰ میں ابن ادریس سے، سنن الدار قطنی میں شعبہ، اسماعیل بن زکریا اور محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے مذکور ہیں (حدیث ۱۲ تا ۲۰، ایک بار پھر ملاحظہ کر لی جائیں) اور یہ سب کے سب یزید بن ابی زیاد کے قدیم تلامذہ ہیں بالخصوص شعبہ، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، ابن ادریس اور ہشیم کے بارے میں تو خود امام بخاریؒ، امام داؤدؒ اور ابو سعید الدارمیؒ نے صراحت کی ہے کہ یہ یزید مذکور کے قدیم تلامذہ میں داخل ہیں اور جب سفیان بن عیینہ کا سماع قدیم ہے تو محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، اسماعیل بن زکریا اور شریک بھی لازمی طور پر یزید کے قدیم تلامذہ میں شمار ہوں گے کیونکہ یہ تینوں ابن عیینہ سے عمر دراز اور یزید بن ابی زیاد کے ہم وطن کوفی ہی ہیں۔

یزید بن ابی زیاد کے قدیم تلامذہ کی یہ جماعت (جن میں اکثریت حفاظ حدیث کی ہے) "ثم لا یعود" یا اس کے ہم معنی الفاظ کی روایت میں متفق ہیں تو پھر یہ کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ اس لفظ کو صرف ان کے آخری دور کے تلامذہ روایت کرتے ہیں قدیم تلامذہ کی روایتیں اس زیادتی سے خالی ہیں۔ اس لیے امام بخاری کے فیصلہ "والمحفوظ ما روی سفیان، و شعبة، و ابن عیینة" (جزء رفع یدین، ص:۱۵) کے بموجب "ثم لا یعود" کا لفظ محفوظ ہے اور شریک کے تفرد یا یزید بن ابی زیاد کی تلقین کی بات محض ایک ظن ہے اور والظن لا یغنی من الحق شیئاً.

پھر یزید بن ابی زیاد کے تلقین قبول کرنے کے بارے میں امام المحدثین سفیان بن عیینہ سے جو یہ نقل کیا جاتا ہے کہ "حدثنا یزید بن ابی زیاد بمکة فذکر هذا الحدیث لیس فیه "ثم لا یعود" و قال سفیان فلما قدمت الکوفة سمعت یحدث به فیقول فیه "ثم لا یعود" فظننت انهم لقنوه و قال اصحابنا ان حفظه قد تغیر او قالوا قد ساء"

(السنن الکبری، ج:۲، ص:۷۶)

امام سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ یزید بن ابی زیاد نے مکہ معظمہ میں ہم سے حدیث بیان کی اور حضرت براء رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بھی ذکر کی اس میں "ثم لا یعود" کا لفظ نہیں تھا پھر جب

میں کوفہ آیا تو ان سے یہی حدیث "ثم لا یعود" کے اضافہ کے ساتھ بیان کرتے ہوئے سنی تو مجھے گمان ہوا کہ لوگوں نے انھیں یہ لفظ پکڑا دیا ہے اور انھوں نے اسے قبول کر لیا ہے۔

تو آیئے اس روایت کو تاریخ کے آئینہ میں دیکھا جائے کہ تاریخ اس بارے میں ہماری کیا رہنمائی کرتی ہے۔ علمائے اسماء الرجال کے بیان کے مطابق۔

۱- یزید بن ابی زیاد ۴۷ھ میں بمقام کوفہ پیدا ہوئے اور کوفہ ہی میں ۱۳۶ھ میں بعمر ۸۹ سال ان کا انتقال ہوا۔

۲- سفیان بن عیینہ ۱۰۷ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے اور ۱۶۳ھ میں کوفہ سے منتقل ہو کر مکہ معظمہ کو وطن بنا لیا اور مکہ معظمہ ہی میں ۱۹۸ھ میں بعمر ۹۱ سال وفات پائی۔

یزید بن ابی زیاد، اور سفیان بن عیینہ کی ولادت و وفات اور سفیان کے مکہ معظمہ کو وطن بنا لینے کی تاریخوں سے درج ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

الف: سفیان بن عیینہ کی پیدائش کے وقت یزید بن ابی زیاد کی عمر ۶۰ سال کی تھی۔

ب: ابن عیینہ کی کوفہ سے نقل مکانی یزید بن ابی زیاد کی وفات سے ۲۷ برس بعد ہوئی۔

ج: سفیان کو یزید کے زمانہ حیات سے کل ۲۹ سال ملے اور اس مدت میں دونوں کوفہ ہی میں سکونت پزیر رہے۔

تاریخ کی اس شہادت کے تحت یہ کیسے ممکن ہوگا کہ یزید بن ابی زیاد کی عمر کے ابتدائی زمانہ میں سفیان بن عیینہ نے مکہ معظمہ میں ان سے ملاقات کی اور حدیثیں سنیں۔ تاریخی شہادت سے خود اس روایت کا ثبوت ہی مشتبہ ہو جاتا ہے تو اس کی بنیاد پر "ثم لا یعود" کو غیر محفوظ کیونکر کہا جا سکتا ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ دونوں کی یہ ملاقات مکہ معظمہ میں دوران حج ہوئی ہوگی، تو اس وقت یہ بھی لازمی طور پر ماننا پڑے گا کہ یہ ملاقات یزید بن ابی زیاد کی عمر کے اوائل میں نہیں بلکہ آخری زمانہ میں ہوئی ہے جب کہ وہ بقول محدثین اختلاط کے شکار ہو چکے تھے اس صورت میں سفیان بن عیینہ کی اس روایت کے مقابلہ میں یزید کے قدیم تلامذہ محمد بن ابی لیلیٰ، شعبہ، اسماعیل بن زکریا، سفیان ثوری، ہشیم، شریک بن عبداللہ وغیرہ کی روایتیں ہی محفوظ و راجح ہوں گی۔ فتدبر۔

مزید براں "ثم لا یعود" کا لفظ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے نقل کرنے میں یزید بن ابی زیاد

۲۵- حدثنا عبد الله بن ایوب المخرّمی و سعدان بن نصر و شعیب بن عمرو فی آخرین قالوا: حدثنا سفیان بن عیینة عن الزهری، عن سالم، عن ابیه قال: رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا افتتح الصلاة رفع یدیه حتی یحاذی بهما وقال بعضهم حذ و منکبیه، و اذا اراد ان یرکع و بعد مایرفع رأسه من الرکوع لا یرفعهما، وقال بعضهم: لا یرفع بین السجدتین "والمعنی واحد"."

(صحیح ابو عوانہ، ج:۲،ص:۹۰)

ترجمہ: سالم اپنے والد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جس وقت آپؐ نے نماز شروع کی تو دونوں ہاتھوں کو مونڈھوں کے مقابل تک اٹھایا... اور رکوع میں جانے کا ارادہ فرمانے اور رکوع سے سر اٹھانے کے بعد ہاتھوں کو نہیں اٹھایا۔ امام ابوعوانہ کہتے ہیں کہ عبد اللہ، سعدان، شعیب وغیرہ میں سے بعض نے یہ بھی بیان کیا کہ دونوں سجدوں کے درمیان (یعنی جلسہ میں) ہاتھوں کو نہیں اٹھایا۔

۲۶- حدثنا الصائغ بمکة قال: حدثنا الحمیدی قال: حدثنا سفیان،

منفرد اور اکیلے نہیں ہیں کہ اسے ان کا مدرج اور اپنی جانب سے اضافہ کہا جائے۔ بلکہ اس لفظ کو عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے اور دو ثقہ راوی عیسیٰ ابن ابی لیلی اور الحکم بن عتیبہ بھی روایت کرتے ہیں۔ جیسا کہ سنن ابوداؤد، مصنف ابن ابی شیبہ اور شرح معانی الآثار میں مذکور احادیث ۲۱، ۲۲، ۲۳ سے واضح ہے۔ البتہ عیسیٰ اور الحکم کی یہ روایتیں محمد ابن ابی لیلیٰ کی سند سے ہیں اور وہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں لیکن حضرات محدثین ہی کی صراحت کے مطابق یہ صدوق، سیّ الحفظ ہیں، اور اس درجہ کا راوی محدثین کے نزدیک قابل متابعت مانا جاتا ہے، لہٰذا اس معتبر متابعت سے "ثم لایعود" کی زیادتی کے سلسلہ میں یزید بن ابی زیاد تلقین کی جرح سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔

ان تفصیلات سے یہ بات روز روشن کی طرح آشکارا ہو جاتی ہے کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی اس روایت پر جو کلام کیا گیا ہے وہ اصول محدثین کے اعتبار سے غیر مضر ہے اور یہ روایت بلاشبہ لائق استدلال ہے۔

عن الزهری، قال اخبرنی سالم، عن ابیه قال: رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم مثله (صحیح ابو عوانہ، ج ۲،ص:۹۱)

اس حدیث کے الفاظ و معانی بعینہٖ وہی ہیں جو حدیث ۲۵ کے ہیں صرف سند بدلی ہوئی ہے۔

۲۷- حدثنا الحمیدی قال حدثنا سفیان، قال حدثنا الزهری، قال اخبرنی سالم بن عبد الله، عن ابیه قال: رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا افتتح الصلاة رفع یدیه حذ و منکبیه و اذا اراد ان یرکع و بعد ما یرفع راسه من الرکوع فلا یرفع ولا بین السجدتین.

(مسند حمیدی، ج:۲،ص:۲۷۷)

ترجمہ: سالم بن عبد اللہ اپنے والد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نے نماز شروع کی تو ہاتھوں کو کندھوں کے برابر اٹھایا اور رکوع کا ارادہ فرمانے اور رکوع سے سر اٹھانے کے بعد ہاتھوں کو نہیں اٹھایا اور نہ دونوں سجدوں کے درمیان ہاتھوں کو اٹھایا۔

تشریح: مستخرج ابو عوانہ (جو محدثین کے یہاں صحیح بخاری و صحیح مسلم کی طرح کتب صحاح میں شمار ہوتی ہے) اور امام بخاری کے اہم ترین استاذ امام حمیدی کی مسند میں مذکور یہ تینوں حدیثیں سند کے اعتبار سے اعلیٰ درجہ کی صحیح ہیں نیز علت و شذوذ سے بھی بری ہیں۔ اور ترک رفع یدین میں بلکہ صریح ہیں۔

رہا بعض علمائے غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ حنفی علماء نے اس میں تحریف کر دی ہے، یہ ایک ایسا دعویٰ بے دلیل ہے جس کی علمی دنیا میں پرکاہ کی بھی حیثیت نہیں۔ بلکہ یہ خالص بہتان ہے۔ دونوں مذکورہ کتابیں شائع ہو چکی ہیں ان میں ان حدیثوں کو دیکھا جا سکتا ہے۔ علاوہ ازیں علماء غیر مقلدین کے استاذ الکل مولانا سید نذیر حسین محدث کے دو شاگردوں حافظ نذیر حسین معروف بہ زین العابدین اور محی الدین

ریلعی کے ہاتھوں کا لکھا ہوا مسند حمیدی کا قلمی نسخہ دارالعلوم دیوبند کے کتب خانہ میں موجود ہے جس کا جی چاہے آکر دیکھ سکتا ہے (صلائے عام ہے یاران...)

۲۸- عن عبد الله بن عون الخرّاز، ثنا مالك، عن الزهری، عن سالم، عن ابن عمر، ان النبی صلی اللہ علیه وسلم كان يرفع يديه اذا افتتح الصلاة ثم لایعود." (ذکرہ البیهقی فی الخلافیات کما فی نصب الرایة، ج:۱، ص:۴۰۴)(۱)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم صرف نماز شروع کرنے (یعنی تکبیر تحریمہ) کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ بعد ازاں دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

تشریح: یہ حدیث ترک رفع میں بالکل صریح ہے۔ جس میں کسی تاویل و توجیہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

---

(۱) امام زیلعی نے سند کے ابتدائی حصہ کو تعلیقاً حذف کر دیا ہے، سند میں مذکورہ رجال سے پہلے اگر کوئی راوی ضعیف ہوتا تو محدثین کی عادت کے مطابق اس کا ذکر ضرور کرتے، اور سند کے مذکور حصہ کے پہلے راوی عبد اللہ بن عون الہلالی الخراز (جو مسلم و نسائی کے راوی ہیں) کے علاوہ پوری سند حضرات محدثین کی تصریح کے مطابق اصح الاسانید کے قبیل سے ہے لہٰذا یہ روایت جس کی تائید امام ابو عوانہ اور امام حمیدی کی ذکر کردہ حدیثوں اور خود حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے عمل سے بھی ہوتی ہے بلاتردد صحیح ہے اور کسی کے بلاوجہ ضعیف کہہ دینے سے ہرگز ضعیف نہیں ہوگی۔ چنانچہ صحاح ستہ کے شارح، محدث حجاز شیخ عابد سندھی لکھتے ہیں:

"قلت تضعيف الحديث لا يثبت بمجرد الحكم و انما يثبت ببيان وجوه الطعن فيه وحديث ابن عمر الذى رواه البيهقى فى خلافياته رجاله رجال الصحيح، فما ارى له ضعفا بعد ذلك، اللهم الا ان يكون الراوى عن مالك مطعونا، لكن الاصل العدم فهذ الحديث عندى صحيح لا محالة" (مواہب لطیفہ شرح مسند ابی حنیفہ قلمی بحوالہ معارف السنن، ج:۲، ص:۴۹۸)

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ حدیث میں ضعف محض کسی کے ضعیف کہہ دینے سے ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس میں اسباب طعن بیان کرنے سے ہوگا اور یہ حدیث جسے امام بیہقی نے خلافیات میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے اس کے رجال صحیحین کے

۲۹- ابن وهب، عن مالك بن انس، عن ابن شهاب، عن سالم بن عبد الله، عن ابيه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يرفع يديه حذو منكبيه اذا افتتح التكبير للصلاة." (المدونة الكبرى، ج:۱، ص:۶۹)

ترجمہ: سالم بن عبد اللہ اپنے والد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کو کندھوں کے برابر اٹھاتے تھے۔

تشریح: مذہب مالکی کی عظیم و معتمد ترین کتاب "المدونۃ الکبریٰ" میں یہ حدیث ترک رفع یدین کی دلیل میں پیش کی گئی ہے۔ جس کے راوی امام مالک کے مشہور شاگرد ابن وہب ہیں نیز امام مالک کے ایک دوسرے فاضل تلمیذ ابن القاسم بھی امام مالک سے اس حدیث کی روایت کرتے ہیں اس لیے اس کے صحیح ہونے میں کوئی اشکال نہیں۔

البتہ حدیث میں رکوع میں جانے کے وقت اور رکوع سے اٹھنے کے بعد ترک رفع یدین کا لفظاً ذکر نہیں لیکن حدیث پاک میں شرط یعنی "اذا افتتح التكبير للصلاة" کو مؤخر اور جزا یعنی "كان يرفع يديه" کو مقدم کرکے رفع

رجال ہیں، لہٰذا سند کے صحیح ہونے کے بعد اس میں کوئی ضعف مجھے معلوم نہیں ہوتا ہاں اگر امام مالک سے نقل کرنے والے راوی مجروح ہوں تو (دوسری بات ہے اور ان میں جرح ثابت نہیں) لہٰذا اس عدم ثبوت کی صورت میں اصل کے لحاظ سے ان [illegible] عدم جرح ہی ہوگی۔ اس لیے میرے نزدیک یہ حدیث یقینی طور پر صحیح ہے۔

محض اس بنیاد پر کہ یہ روایت حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی معروف حدیث کے خلاف ہے اسے مقلوب و موضوع کہنا درست نہیں۔ کیونکہ اس بنیاد پر تو جن ائمہ حدیث و فقہ کے نزدیک ترک رفع کی صحت محقق ہو چکی ہے وہ رفع یدین کی مثبت ساری روایتوں کو موضوع و مقلوب کہہ دیں تو کیا ان کا یہ قول قابل قبول ہو سکتا ہے؟ اگر نہیں تو جن حضرات نے محض اسی بناء پر اس صحیح الاسناد حدیث کو ضعیف اور مقلوب و موضوع کہہ دیا ہے ان کی یہ بات کس طرح قبول کی جا سکتی ہے۔

یدین کو تکبیر تحریمہ کے ساتھ محدود و محصور کر دیا گیا ہے کیونکہ کلام عرب کا مشہور ضابطہ ہے کہ "التقديم ما حقه التاخير يفيد الحصر" اس لیے تکبیر تحریمہ کے علاوہ ترک رفع یدین پر حضرات مالکیہ وغیرہ کا اس حدیث سے استدلال بلاغبار صحیح ہے اور جن لوگوں نے مسئلہ زیر بحث میں اس حدیث سے استدلال پر اعتراض کیا ہے وہ برائے اعتراض ہی ہے۔

۳۰- حدثنا محمد بن عثمان بن ابی شیبة، حدثنا محمد بن عمران بن ابی لیلیٰ، حدثنی ابی، عن ابن ابی لیلیٰ، عن الحکم، عن مقسم، عن ابن عباس، عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: لا ترفع الأيدی الا فی سبعة مواطن ا حین یفتتح الصلاة، وحین یدخل المسجد الحرام فینظر الی البیت، وحین یقوم علی الصفا، وحین یقوم علی المروة، وحین یقف مع الناس عشیة عرفة وبجمع،والمقامین حین یرمی الجمرة." (رواه الطبرانی فی معجمه کمافی نصب الرایة، ج۱، ص۳۹۰، و ذکره البخاری فی جزء رفع الیدین تعلیقا، ص:۲۵، وقال النواب صدیق حسن خان القوبالی. سنده جید، نزل الابرار، ص:۴۴)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اللہ کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاتھ نہ اٹھائے جائیں مگر سات جگہوں میں، جب نماز شروع کی جائے، جب مسجد حرام میں داخل ہو اور بیت اللہ پر نگاہ پڑے اور جب صفا و مروہ پر کھڑا ہو، اور جب لوگوں کے ساتھ بعد زوال عرفہ میں وقوف کرے اور جب مزدلفہ میں وقوف کرے اور دونوں جمرہ کی رمی کے وقت۔

تشریح: اس حدیث میں قصر حقیقی نہیں بلکہ اضافی ہے اس لیے، وتر، جنازہ، عیدین، دعا وغیرہ کے موقع پر رفع یدین کے یہ حدیث مخالف نہیں ہے۔

اس حدیث پاک سے بھی بصراحت ثابت ہوتا ہے کہ عام نمازوں میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کیا جائے گا۔

۳۱- حدثنا احمد بن شَعیب ابو عبد الرحمن نسائی، ثنا عمرو بن یزید ابو بُرید الجرمی، ثنا سیف بن عبید اللّٰہ ، ثنا ورقاء عن عطاء بن السائب، عن سعید بن جبیر، عن ابن عباس، ان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: السجود علی سبعة اعضاء: الیدین، والقدمین، والرکبتین، والجبهة، ورفع الایدی اذا رأیت البیت، وعلی الصفاء والمروة وبعرفة، وعند رمی الجمار، واذا اقیمت الصلاة (معجم کبیر طبرانی، ج۱۱، ص:۴۵۲) وقال الهیثمی و فی الاسناد الاول محمد بن ابی لیلیٰ وهو سیئ الحفظ و حدیثه حسن انشاء اللّٰہ، وفی الثانی عطاء بن السائب وقد اختلط" مجمع الزوائد، ج:۳، ص:۲۳۸ وقال العزیزی شارح الجامع الصغیر: قال الشیخ: حدیث صحیح" (نیل الفرقدین، ص:۱۳۷)(۱)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ سجدہ سات اعضاء پر ہوتا ہے۔ دونوں ہاتھ، دونوں پیر، دونوں گھٹنے اور پیشانی پر اور رفع یدین ان موقعوں پر ہوتا ہے۔ جب بیت اللہ دیکھے، اور صفا و مروہ پر، عرفہ میں (وقوف کے وقت) رمی جمار کے وقت، اور جب نماز شروع کی جائے۔

---

(۱) ورقاء بن عمر الیَشکری ابو بشر الکوفی امام شعبہ کے ہم عصر ہیں اور حضرات محدثین کے نزدیک شعبہ کا عطاء سے سماع قدیم و صحیح ہے۔ اس لیے بظاہر ورقاء کا سماع بھی قدیم ہی ہوگا کیونکہ ابن حبان نے صراحت کی ہے کہ عطاء بن السائب آخری عمر میں اختلاط کے شکار ہوگئے تھے اور ان میں اس درجہ کا اختلاط بھی نہیں تھا کہ وہ راہ اعتدال سے ہٹ جاتے، علاوہ ازیں امام طبرانی نے یہ حدیث امام نسائی سے روایت کی ہے اور امام نسائی کی یہ عادت معروف ہے کہ وہ بلاواسطہ یا بالواسطہ کسی ساقط و متروک سے روایت نہیں کرتے اس لیے اس کی سند بلاشبہ صحیح ہے۔ رہا مسئلہ مرفوع و موقوف کے اختلاف کا تو یہ روایت دونوں طرح سے ثابت ہے پھر اس نوع کے اختلاف میں اکثر محدثین زیادتی ثقہ کا اعتبار کرکے مرفوع کو ترجیح دیتے ہیں اس لیے یہ علت بھی روایت کی صحت پر اثر انداز نہیں ہوگی۔

۳۲- حدثنا ابن داؤد، قال حدثنا نعیم قال حدثنا الفضل بن موسیٰ قال ثنا ابن ابی لیلیٰ عن نافع عن ابن عمر، وعن الحکم عن مقسم عن ابن عباس عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: ترفع الایدی فی سبع مواطن: فی افتتاح الصلاۃ، و عند البیت، وعلی الصفا والمروۃ، وبعرفات، وبالمزدلفۃ، وعند الجمرتین.

(شرح معانی الآثار، ج:۱، ص:۳۹۰ وسندہ حسن)

ترجمہ: محمد ابن ابی لیلیٰ بواسطہ نافع حضرت عبد اللہ بن عمر سے اور بواسطہ الحکم عن مقسم حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر و ابن عباس رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا سات موقعوں پر ہاتھ اٹھائے جائیں، ابتدائے نماز میں (یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت) بیت اللہ کو دیکھنے کے وقت، صفا و مروہ پر، عرفات میں (بعد زوال وقوف کے وقت) مزدلفہ میں (بوقت وقوف) اور جمرتین پر کنکری مارنے کے وقت۔

تشریح: حدیث ۳۰ کی طرح ۳۱ و ۳۲ میں بھی اسی بات کی تعلیم دی گئی ہے کہ عام نمازوں میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کیا جائے گا۔

۳۳-حدثنا مسدد، نا یحییٰ، عن ابن ابی ذئب، عن سعید بن سمعان، عن ابی ہریرۃ قال: کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا دخل فی الصلوٰۃ رفع یدیہ مدّاً." (سنن ابی داؤد، ج:۱، ص:۱۱۰ و سکت ھو والمنذری و قال القاضی الشوکانی لا مطعن فی اسنادہ، نیل الاوطار، ج:۲، ص:۱۹۷ و اخرجہ الترمذی فی جامعہ، ج:۱، ص:۵۶ والنسائی، ج:۱، ص:۱۴۱)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں داخل ہوتے (یعنی تکبیر تحریمہ کہتے) تو ہاتھوں کو خوب بلند کر کے اٹھاتے تھے۔

تشریح: اس حدیث کو امام ابوداؤد نے باب "من لم یذکر الرفع عند الرکوع" کے تحت ذکر کر کے تکبیر تحریمہ کے علاوہ رکوع وغیرہ کے وقت ترک رفع یدین پر اس سے استدلال کیا ہے۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رفع یدین اور اس کی کیفیت کو بیان کر رہے ہیں اور صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کے اٹھانے کا ذکر کیا اگر دیگر تکبیروں کے وقت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھوں کو اٹھاتے تو اس کا ذکر بھی ضرور کرتے۔

۳۴-عن نعیم المجمر و ابی جعفر القاری عن ابی ہریرۃ انہ کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلاۃ و یکبر کلما خفض و رفع ویقول: انا اشبھکم صلاۃ برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم." (التمہید للحافظ ابن عبد البر، ج:۹، ص:۲۱۵)

ترجمہ: نعیم المجمر اور ابو جعفر قاری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے (اور بقیہ) جھکنے واٹھنے کے وقت صرف تکبیر کہتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں تم میں سب سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے ساتھ مشابہت رکھتا ہوں۔

تشریح: اس مرفوع روایت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین کرتے تھے۔

۳۵- عن عبد الرحیم بن سلیمان، عن ابی بکر النھشلی، عن عاصم بن کلیب، عن ابیہ ، عن علی، عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم انہ کان یرفع یدیہ فی اول الصلاۃ ثم لا یعود." (العلل الواردۃ فی الاحادیث النبویۃ، ج:۴، ص:۱۰۶) "وقد انفرد برفعہ عبد الرحیم سلیمان وھو ثقۃ"

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

ابتداے نماز (یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت) رفع یدین کرتے تھے پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے۔

تشریح: یہ حدیث بھی اپنے مفہوم میں واضح ہے اور اس بارے میں صریح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف تکبیر تحریمہ میں رفع یدین کرتے تھے۔

۳۶- حدثنا ابو النصر، حدثنا عبد الحميد بن بهرام الفرازی، عن شهر بن حوشب، حدثنا عبد الرحمن بن غنم، ان ابا مالك الاشعری جمع قومه فقال يا معشر الاشعريين اجتمعوا واجمعوا نساءكم و ابناءكم، اعلمكم صلاة النبی صلی الله عليه وسلم صلی لنا بالمدينة، فاجتمعوا وجمعوا نساءهم و ابناءهم، فتوضاء واراهم كيف يتوضاء فاحصی الوضوء الی اماكنه حتی لما فاء الفیء وانكسر الظل قام فأذن فصف الرجال فی ادنی الصف وصف الولدان خلفهم وصف النساء خلف الولدان ثم اقام الصلاة فتقدم فرفع يديه فكبر فقراء فاتحة الكتاب وسورة يسرهما ثم كبر فركع فقال سبحان الله و بحمده ثلاث مرات ثم قال سمع الله لمن حمده واستوی قائما ثم كبر و خرّ ساجدا ثم كبر فرفع راسه ثم كبر فسجد ثم كبر فانهض قائما فكان تكبيره فی اول ركعت ست تكبيرات و كبر حين قام الی الركعة الثانية فلما قضی صلاته اقبل الی قومه بوجهه فقال احفظوا تكبيری و تعلموا ركوعی و سجودی فانهما صلاة رسول الله صلی الله عليه وسلم التی كان يصلی لنا كذا الساعة من النهار." الحديث (مسند امام احمد، ج:۵، ص:۳۴۳ و جامع المسانيد والسنن لابن كثير، ج:۱۴، ص: ۴۵۳، ۴۵۴ واسناده حسن) (۱)

---

(۱) ابوالنصر[۱]، امام احمد بن حنبل کے شیخ، ثقہ و ثبت ہیں۔ (تقریب ص: ۵۷۰) عبد الحمید[۲] صاحب شہر بن حوشب، صدوق ہیں (تقریب ص: ۳۳۳) شہر[۳] بن حوشب اگرچہ مختلف فیہ ہیں

ترجمہ: عبد الرحمٰن بن غنم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم کو اکٹھا کرنے کا ارادہ کیا اور فرمایا کہ اشعریو جمع ہو جاؤ اور اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی اکٹھا کرلو، میں تمہیں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سکھاؤں گا جو آپؐ ہمیں مدینہ میں پڑھایا کرتے تھے۔ تو سارے مرد، ان کی عورتیں اور لڑکے اکٹھا ہو گئے۔ (پہلے) حضرت ابو مالکؓ نے وضو کیا اور انھیں دکھایا کہ کیسے وضو کیا جاتا ہے۔ اور پانی کو سارے اعضاء وضو تک اچھی طرح پہنچایا۔ اور جب سایہ ڈھل گیا اور اس کی شدت کم ہو گئی تو کھڑے ہوے اور اذان دی پھر امام کے بالکل قریب مردوں کی صف قائم کی اور مردوں کے پیچھے بچوں کی اور ان کے پیچھے عورتوں کی صف بنائی پھر اقامت ہوئی اور حضرت ابو مالکؓ امامت کے لیے آگے بڑھے اور ہاتھوں کو اٹھایا پھر تکبیر (تحریمہ) کہی، اس کے بعد آہستہ سے فاتحہ اور سورۃ پڑھی پھر تکبیر کہہ کر رکوع کیا اور اس میں تین بار سبحان اللہ وبحمدہ پڑھا پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہا اور سیدھے کھڑے ہو گئے پھر تکبیر کہی اور سجدہ میں چلے گئے، پھر تکبیر کہی اور سجدہ سے سر اٹھایا پھر تکبیر کہی اور دوسرے سجدہ میں گئے پھر تکبیر کہی اور سیدھے کھڑے ہو گئے۔ آپؓ کی کل تکبیریں [illegible] رکعت میں چھ ہوئیں۔ اور اس وقت بھی تکبیر کہی جب دوسری رکعت کے واسطے کھڑے ہوئے۔ اور جب نماز مکمل کرلی تو اپنی قوم کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا میری

لیکن امام بخاری انھیں حسن الحدیث کہتے ہیں، امام احمد، ابن معین، عجلی اور یعقوب بن شیبہ ان کی توثیق کرتے ہیں۔ (میزان الاعتدال، ج:۲، ص:۲۸۴) حافظ ابن القطان فاسی کہتے ہیں ان کی تضعیف کرنے والوں کی کوئی صحیح دلیل میں نے نہیں سنی، ان پر جو جرحیں کی گئی ہیں یا تو وہ غلط ہیں یا غیر مفسر۔ (بیان الوہم والایہام، ج:۳، ص:۳۲۱) امام ذہبی صراحت کرتے ہیں کہ محدثین کی ایک جماعت ان سے احتجاج کرتی ہے۔ عبد الرحمٰن[۴] بن غنم کبار ثقات تابعین سے ہیں اور بعض اصحاب رجال انھیں صحابہ میں شمار کرتے ہیں۔ (تقریب، ص:۳۴۸) اس تفصیل سے ظاہر ہے کہ یہ روایت جید السند ہے۔

تکبیروں کو یاد کرلو اور میرے رکوع و سجدہ کو سیکھ لو کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ہے جو آپ ہمیں دن کے اسی حصہ میں پڑھایا کرتے تھے۔

تشریح: صحابیٔ رسول ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ اپنی قوم کو سنت کے مطابق نماز سکھانے کے لیے کس قدر اہتمام سے سارے مرد و زن اور بچوں کو جمع کیا اور عملی طور پر انھیں، تعلیم دینے کی غرض سے جو نماز انھیں پڑھائی اس میں صرف تکبیر تحریمہ کے موقع پر رفع یدین کیا اور بقیہ جھکنے اور اٹھنے کی حالت میں صرف زبانی تکبیر پر اکتفاء کیا۔ پھر نماز پوری کر لینے کے بعد مزید اہتمام و تنبیہ کے لیے فرمایا کہ میں نے جس طرح اور جتنی بار تکبیریں کہی ہیں انھیں یاد رکھنا نیز میرے رکوع و سجدہ کرنے کی کیفیت کو بھی اچھی طرح سمجھ لو کیونکہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں ہمیں اسی طرح نماز پڑھایا کرتے تھے۔ یہ ساری تفصیلات بتا رہی ہیں کہ پوری نماز میں صرف ایک بار تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھانا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور صحابہ اہتمام کے ساتھ اپنے اہل خاندان کو اسی سنت کی تعلیم دیتے تھے۔

۳۷-اخبرنا ابو عبد اللّٰہ الحافظ، عن ابی العباس محمد بن یعقوب، عن محمد بن اسحاق، عن الحسن بن الربیع، عن حفص بن غیاث عن محمد بن ابی یحیی، عن عباد بن الزبیر، ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان اذا افتتح الصلاۃ رفع یدیہ فی اول الصلاۃ، ثم لم یرفعھما فی شیٔ حتی یفرغ." (الخلافیات للبیھقی کما فی نصب الرایۃ، ج:۱، ص:۴۰۴ و قال المحدث الکشمیری: فھو مرسل جید، نیل الفرقدین، ص: ۱۴۳ و مرسل القرون الثلاثۃ مقبول عند الجمھور لاسیما اذا اعتضد)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کے بیٹے عبادؒ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تھے تو ابتداءِ نماز میں (یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت) ہاتھوں کو اٹھاتے تھے، اس کے بعد نماز کے کسی حصہ میں

ہاتھوں کو نہ اٹھاتے یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو جاتے۔

تشریح: اس جید السند مرسل روایت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرات تابعین کے یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی عمل معلوم و معروف تھا کہ آپ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے۔

اور جمہور علمائے متقدمین کے نزدیک مرسل روایت سے استدلال درست ہے اور اگر مرسل کی تائید دوسری حدیث سے یا اقوال صحابہ سے ہو جائے تو اس وقت مرسل کو ضعیف ماننے والوں کے نزدیک بھی وہ قابل استدلال ہو جاتی ہے۔ گذشتہ سطور میں ترک رفع سے متعلق جتنی روایتیں پیش کی گئی ہیں وہ سب اس کی مؤید ہیں "کما ھو ظاھر"



آثار صحابہ رضوان اللہ اجمعین

۱- اثر شیخین رضی اللہ عنہما

اخبرنا ابو عبد اللّٰہ الحافظ، ثنا محمد بن صالح بن ھانی، ثنا ابراھیم بن محمد بن مخلد الضریر، ثنا اسحاق بن ابی اسرائیل، ثنا محمد بن جابر، عن حماد بن ابی سلیمان، عن ابراھیم، عن علقمۃ، عن عبد اللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ عنہ قال: صیت خلف النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم، وابی بکر، و عمر فلم یرفعوا ایدیھم الا عند افتتاح الصلاۃ (السنن الکبری للبیھقی، ج:۲، ص ۷۹-۸۰) و قال الحافظ ابن الماردینی اسنادہ جید، و رواہ ایضا الدار قطنی و فیہ قال اسحاق و بہ ناخذ فی الصلاۃ کلھا.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اور حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی ان حضرات نے صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کو اٹھایا۔

۲- اثر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

حدثنا یحیی بن آدم، عن حسن بن عیاش، عن عبد الملک بن ابجر، عن الزبیر بن عدی، عن ابراھیم، عن الاسود قال: صلیت مع عمر فلم یرفع یدیہ فی شئ من صلاتہ الا حین افتتح الصلاۃ، قال عبد الملک: و رأیت الشعبی وابراھیم و ابا اسحاق لا یرفعون ایدیھم الا حین یفتتحون الصلاۃ (مصنف ابن ابی شیبۃ، ج ۱، ص ۲۶۸، و شرح معانی الآثار و

قال الطحاوی " وھو حدیث صحیح " ج:۱، ص:۱۳۳ و قال الحافظ ابن حجر " رجالہ ثقات" الدرایہ، ص:۸۵)

ترجمہ: مشہور تابعی امام اسود بن یزید بیان کرتے ہیں کہ میں نے خلیفہ ثانی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی، انھوں نے بجز ابتدائے نماز کے کسی بھی موقع پر رفع یدین نہیں کیا۔

سند کے ایک راوی عبد الملک بن ابجر کہتے ہیں میں نے امام شعبی، امام ابراہیم نخعی اور ابو اسحاق سبیعی کو دیکھا یہ ائمہ حدیث صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے

تشریح: مشہور تا۔ اسود بن یزید حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں دو سال رہے اور حضرت فاروقِ اعظمؓ کے کہنے سے نماز میں تطبیق ترک کردی تھی۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کررہے ہیں کہ آپ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔

اس صحیح اثر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام شعبی، ابراہیم نخعی اور ابو اسحاق السبیعی رفع یدین نہیں کرتے تھے یہ تینوں مشہور تابعی ہیں بالخصوص امام شعبی تو ایسے جلیل القدر تابعی ہیں کہ دو، چار نہیں بلکہ پانچ سو صحابہ کی زیارت کی ہے اور ان سے اکتساب علم و فضل کیا ہے۔ اسی طرح امام ابراہیم نخعی اور ابو اسحاق بھی اپنے علم و فضل اور تفقہ فی الدین کے لحاظ سے اکابر تابعین میں شمار ہوتے ہیں۔

۳- اثر حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ

حدثنا وکیع، عن ابی بکر بن عبد اللّٰہ بن قطاف، النھشلی، عن عاصم بن کلیب، عن ابیہ، ان علیا کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلاۃ ثم لا یعود (مصنف ابن ابی شیبۃ، ج:۱، ص:۲۶۷، و شرح معانی الآثار، ج:۱، ص ۱۳۲، وقال الحافظ الزیلعی "وھو اثر صحیح" نصب الرایہ، ج:۱، ص ۴۰۶ و قال الحافظ ابن حجر "رجالہ ثقات" الدرایہ ص ۸۵ و قال العلامہ العینی "صحیح علی شرط مسلم" عمدۃ القاری، ج:۵، ص ۲۷۴م

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے تلمیذ کلیب بن شہاب کوفی روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب نماز شروع کرتے تو ہاتھوں کو اٹھاتے تھے پھر دوبارہ نہیں اٹھاتے تھے۔

۴- قال محمد اخبرنا ابوبکر بن عبد اللّٰه النهشلي، عن عاصم بن كليب الجرمي، عن ابيه و كان من اصحاب علي، ان علي بن ابي طالب كرم اللّٰه وجهه كان يرفع يديه في التكبيرة الاولىٰ التي يفتتح بها الصلاة ثم لا يرفعهما في شئ من الصلاة(۱)"(موطا امام محمد، ص: ۹۴)

ترجمہ۔ حضرت علیؓ کے شاگرد کلیب جرمی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ پہلی تکبیر میں جس سے نماز شروع کی جاتی ہے رفع یدین کرتے تھے۔اس کے بعد نماز کے کسی حصہ میں ہاتھوں کو نہیں اٹھاتے تھے۔

---

(۱) اس صحیح اور ترک رفع یدین میں صریح اثر کو غیر معتبر ٹھہرانے کی غرض سے امام بیہقی اپنی مشہور کتاب "معرفۃ السنن والآثار میں رقم طراز ہیں "ليس ابو بكر ممن يحتج بروايته" ابو بکر نہشلی ان راویوں میں نہیں ہیں جن کی روایت سے دلیل و حجت پکڑی جائے۔

حالانکہ ابو بکر نہشلی سے امام مسلم نے اپنی صحیح میں احتجاج کیا ہے، امام یحییٰ بن معین اور عجلی ان کی توثیق کرتے ہیں، امام ذہبی انھیں حسن الحدیث و صدوق کہتے ہیں، اور حافظ ابن حجر لکھتے ہیں "صدوق رمي بالارجاء" (دیکھئے خلاصۃ تذہیب التہذیب للخزرجی، میزان الاعتدال اور تقریب)

ائمہ رجال کی اس واضح توثیق کے باوجود امام بیہقی کا ان کے بارے میں "لا يحتج بروايته" کہنا انصاف سے بعید اور اپنے مذہب مختار کی کھلی پاسداری ہے۔ امام بیہقی کے اس رویہ پر تبصرہ کرتے ہوئے امام تیمیہ لکھتے ہیں "امام بیہقی تعصب سے کام لیتے ہیں الخ۔ "بغیۃ الالمعی، ج:۲، ص:۸،اور مولانا عبد الرحمن مبارک پوری نے ان کے متعلق اپنی تحقیق ان لفظوں میں بیان کی ہے۔ "امام بیہقی اگرچہ محدث مشہور ہیں مگر ان کا کوئی قول بلا دلیل معتبر نہیں ہو سکتا۔" تحقیق الکلام، ج:۲، ص:۱۳۲

اس لیے ابو بکر نہشلی سے متعلق امام بیہقی کے اس قول بلا دلیل بلکہ خلاف دلیل کا کچھ اعتبار نہیں اور یہ اثر بلا غبار صحیح ہے۔

۵- قال محمد اخبرنا محمد بن ابان بن صالح عن عاصم بن كليب الجرمي، عن ابيه قال: رَأيت علي بن ابي طالب رفع يديه في التكبيرة الاولىٰ من الصلاة المكتوبة ولم يرفعهما فيما سوىٰ ذلك".(۱)

(مؤطا امام محمد، ص:۹۱، ۹۲)

ترجمہ: کلیب جرمی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انھوں نے فرض کی پہلی تکبیر (تکبیر تحریمہ) میں رفع یدین کیا اس کے علاوہ ہاتھوں کو نہیں اٹھایا۔

تشریح: متعدد سندوں سے مروی یہ صحیح اثر بھی تکبیر تحریمہ کے علاوہ ترک رفع یدین میں صریح ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رفع یدین کی روایت کرتے ہیں لیکن آپؐ کے بعد ترک رفع یدین کو اپنا معمول بنایا جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مستقل عمل ترک رفع ہی کا تھا۔

اثر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

۶- حدثنا وكيع، عن مسعر، عن ابي معشر، عن ابراهيم، عن عبد اللّٰه انه كان يرفع يديه في اول ما يستفتح ثم لا يرفعهما" (مصنف ابن ابی شیبۃ، ج:۱، ص:۲۶۷، وقال الحافظ ابن التركماني: وهذا سند صحيح، الجوهر النقي مع

---

(۱) امام محمد بن حسن الشیبانی کے شیخ محمد ابن ابان کوفی کی اگرچہ محدثین کی ایک جماعت نے تضعیف کی ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ قدوۃ المحدثین امام بخاری ان کے بارے میں لکھتے ہیں: "ليس بالحافظ عندهم التاريخ الصغير ص:۲۱۴،اور کتاب الصغار میں ليس بالقوى کہا ہے اور امام ابو حاتم الرازی کہتے ہیں ليس بالقوى يكتب حديثه ولا يحتج" تعجيل المنفعة ص:۲۳۶، حافظ عبدالحق الاشبیلی لکھتے ہیں "كان من رؤس المرجئية فتكلم فيه من اجل ذلك يكتب حديثه" حافظ ابن القطان ان کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں "وهو كما قال" بیان الوہم والایہام ج:۳، ص:۲۲۴۔حافظ ابن حجر لکھتے ہیں قال احمد: "لم يكن ممن يكذب."

ائمہ جرح و تعدیل کے ان اقوال سے ظاہر ہے کہ محمد بن ابان کم از کم لائق متابع ہیں۔ لہٰذا اس معتبر متابعت سے ابو بکر نہشلی کو مزید تقویت حاصل ہو جاتی ہے اور بعض محدثین نے ان کے تفرد کی جو بات کہی ہے وہ بھی ختم ہو جاتی ہے۔

السنن الکبریٰ للبیهقی، ج:۲، ص:۷۹، وابراهیم لم یسمع من ابن مسعود ولکن مرسله عن ابن مسعود فی حکم الموصول کما هو مقرر عند المحدثین)

ترجمہ: ابراہیم نخعی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود نماز شروع کرنے کے وقت ہاتھوں کو اٹھاتے تھے پھر نہیں اٹھاتے تھے۔

۷- حدثنا ابن ابی داؤد قال حدثنا احمد بن یونس قال ثنا ابوالاحوص، عن حصین، عن ابراهیم قال کان عبد الله لا یرفع یدیه فی شئ من الصلاة الا فی الافتتاح." (شرح معانی الآثار، ج:۱، ص:۱۳۳، و قال المحدث النیموی و اسناده مرسل جید، آثار السنن، ص:۱۰۹)

ترجمہ: ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رفع یدین نہیں کرتے تھے نماز کے کسی حصہ میں سوائے شروع کے۔

تشریح: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں بلا اختلاف یہی منقول ہے کہ وہ عام نمازوں میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے اور اسی کی اپنے تلامذہ کو تعلیم بھی دیتے تھے۔

اثر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

۸- اخبرنا مالك، اخبرنی نعیم المجمر وابو جعفر القاری، ان ابا هریرة کان یصلی بهم فکبر کلما خفض و رفع، وقال القاری وکان یرفع یدیه حین یکبر و یفتتح الصلاة." (مؤطاء امام محمد ص:۹۰ و کتاب الحجه، ج:۱، ص:۹۵، ومسنده صحیح)

ترجمہ: نعیم المجمر اور یزید بن القعقاع ابو جعفر القاری بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہمیں نماز پڑھاتے تھے تو ہر جھکنے اور اٹھنے کے وقت تکبیر کہتے تھے، ابو جعفر نے مزید یہ وضاحت کی کہ نماز شروع کرتے وقت جب تکبیر (تحریمہ) کہتے تو ہاتھوں کو اٹھاتے تھے۔

اثر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

۹- حدثنا ابوبکر بن عیاش، عن حصین، عن مجاهد قال: ما رأیت ابن عمر یرفع یدیه الا فی اول ما یفتتح." (مصنف ابن ابی شیبة، ج:۱، ص:۲۶۸، ورجال اسناده رجال البخاری)

ترجمہ: امام مجاہد بیان کرتے ہیں کہ میں نے نہیں دیکھا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو رفع یدین کرتے ہوئے سوائے ابتداء نماز کے۔

۱۰- حدثنا ابن ابی داؤد قال حدثنا احمد بن یونس قال ثنا ابوبکر بن عیاش، عن حصین، عن مجاهد قال: صلیت خلف ابن عمر فلم یکن یرفع یدیه الا فی التکبیرة الاولیٰ من الصلاة (شرح معانی الآثار، ج:۱، ص:۱۳۳، وقال العلامة العینی، اسناده صحیح، عمدة القاری، ج:۵، ص:۲۷۳)(۱)

ترجمہ: مشہور تابعی امام مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے میں نے نماز پڑھی انھوں نے صرف تکبیر اولیٰ (یعنی تکبیر تحریمہ) میں رفع یدین کیا۔

۱۱- قال محمد اخبرنا محمد بن ابان بن صالح، عن عبد العزیز بن

(۱) امام بخاری کے استاذ ابو بکر بن ابی شیبہ اور امام طحاوی سے مروی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس اثر کے تمام راوی ثقہ اور بخاری کے رجال ہیں اس لیے اس کے صحیح ہونے میں کیا تردد ہو سکتا ہے۔ اس صحیح اثر سے بصراحت ثابت ہے کہ رفع یدین کے راوی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خود رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

رہا بعض حضرات کا اس اثر کی سند میں یہ کلام کہ سند کے ایک راوی ابو بکر بن عیاش آخری عمر میں خرابئ حافظہ کے شکار ہو گئے تھے اور ایسے راوی کی روایت محدثین کے یہاں ضعیف ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ ابو بکر بن عیاش صحیح بخاری کے راوی ہیں، اور انھوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس اثر کو حافظہ خراب ہونے سے پہلے روایت کیا ہے، کیونکہ اس اثر کو ان سے نقل کرنے والے احمد بن یونس ہیں جیسا کہ طحاوی کی سند سے ظاہر ہے اور حضرات محدثین کے نزدیک مختلط کی قدیم روایتیں بغیر کسی تردد کے مقبول مانی جاتی ہیں چنانچہ خود امام

حکیم قال رأیت ابن عمر یرفع یدیه حذاء اذنیه فی اول تکبیرة افتتاح الصلاة ولم یرفعهما فیما سوی ذلك." (مؤطاء امام محمد، ص:۹۳،۹۴) وفیه محمد بن ابان وهو صالح للمتابعة

ترجمہ: عبدالعزیز بن حکیم معروف بہ ابن ابی حکیم کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ نماز کے شروع میں اول تکبیر (تکبیر تحریمہ) کے وقت ہاتھوں کو کانوں کے برابر اٹھاتے تھے اس کے علاوہ ہاتھوں کو نہیں اٹھاتے تھے۔

اثر حضرت عبداللہ بن عباس

۱۲- حدثنا ابن فضیل، عن عطاء، عن سعید بن جبیر، عن ابن عباس قال: لا ترفع الایدی الا فی سبع مواطن، اذا قام الی الصلاة، و اذا رأی

بخاری نے "صحیح بخاری" میں احمد بن یونس عن ابی بکر بن عیاش سے کتاب التفسیر وغیرہ میں متعدد روایتیں ذکر کی ہیں، اس لیے ان کا آخری عمر میں مختلط ہو جانا اس اثر کے لیے قطعاً مضر نہیں۔

بعض حضرات نے مجاہد کے تفرد کا بھی ذکر کیا ہے تو ثقہ کا تفرد سب کے نزدیک معتبر ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ موطا امام محمد میں ان کے متابع ابن ابی حکیم موجود ہیں۔ بعض بزرگوں نے اس صحیح اثر کو بے اثر بتانے کے لیے یہ بات کہی ہے کہ ممکن ہے حضرت عبداللہ بن عمر نے بھول کر رفع یدین کرنا چھوڑ دیا ہو، تو یہ احتمال نہایت بعید ہے کیونکہ امام مجاہد نے حضرت ابن عمرؓ کے پیچھے ایک دو نماز میں نہیں بلکہ بہت ساری نمازیں پڑھی ہیں کیونکہ وہ مکہ سے مدینہ تک کے سفر میں حضرت ابن عمر کے ہمراہ رہے ہیں جیسا کہ صحیح بخاری کے باب الفہم فی العلم میں امام بخاری مجاہد سے نقل کرتے ہیں "صحبت ابن عمر الی المدینة" (فتح الباری، ج:۱، ص:۲۱۸) اس طویل سفر میں مجاہد حضرت ابن عمر کے ساتھ نماز پڑھتے رہے اور ایک بار بھی انھیں رفع یدین کرتے نہیں دیکھا تو کیا یہ ممکن ہے کہ اس دراز مدت میں ابن عمرؓ رفع یدین کو بھولے ہی رہے؟ پھر ابن ابی حکیم بھی مجاہد کی موافقت کر رہے ہیں۔

اس وضاحت سے یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر ہوگئی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے اس اثر پر جو اشکالات کیے گئے ہیں وہ اصول محدثین کے لحاظ سے بے بنیاد ہیں اور یہ اثر بلا غبار صحیح ہے۔

البیت، وعلی الصفا والمروة، وفی عرفات و فی جمع، و عند الجمار." (مصنف ابن ابی شیبة، ج۱، ص۲۶۸)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ صرف سات مواقع میں ہاتھ اٹھائے جائیں، جب نماز کو کھڑا ہو (یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت) اور جب بیت اللہ کو دیکھے، اور صفا و مروہ پر، اور عرفات میں (وقوف کے وقت) اور مزدلفہ میں اور جمرہ پر کنکری مارنے کے وقت۔

تشریح: خلفائے راشدین حضرت صدیق اکبر، فاروق اعظم، علی مرتضی (حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے اس مسئلہ میں نفیاً و اثباتاً کچھ منقول نہیں) فقیہ امت حضرت عبد اللہ بن مسعود، حافظ حدیث حضرت ابو ہریرہ، عاشق سنت نبوی حضرت عبداللہ بن عمر، اور ترجمان القرآن حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے یہ آثار آپ کے پیش نظر ہیں، اللہ کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے رحلت فرما لینے کے بعد خلفائے راشدین اور اکابر فقہائے صحابہ کا تکبیر تحریمہ کے سوا رفع یدین نہ کرنا صاف بتا رہا ہے کہ عام نمازوں میں رفع یدین نہ کرنا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل سنت ہے۔ کیونکہ اس مقدس جماعت کے رگ و ریشہ اور دل کی گہرائیوں میں اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عظمت اس طرح پیوست تھی کہ وہ آپ ﷺ کی ایک ایک ادا پر اپنا سب کچھ نچھاور کر دینے میں سکون و راحت محسوس کرتے تھے۔ تو رفع یدین کو جس کے کرنے میں کوئی مشقت و دقت بھی نہیں کیونکر چھوڑ سکتے تھے۔ چنانچہ حافظ ابن عبدالبر ایک مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لانه محال ان یکون عنده فی ذلك عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم شیء و یخالفه ولو کان مباحا ولا سیما ابن عمر (التمهید، ج:۹، ص:۱۸۰) کیونکہ یہ محال ہے کہ صحابی کے علم میں اس مسئلہ سے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی سنت ہو

اور وہ اس کی مخالفت کریں اگرچہ وہ سنت مباح درجے کی کیوں نہ ہو بالخصوص حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (سے تو یہ ممکن ہی نہیں)

اس لیے ان فداکاروں کے بارے میں یہ تصور کہ رفع یدین کو چونکہ یہ حضرات سنت مؤکدہ اور ضروری نہیں سمجھتے تھے اس بناء پر اسے ترک کر دیا تھا ایک ایسا تصور ہے جو ان کے حالات و واقعات کے قطعی منافی ہے، اس لیے جن بزرگوں نے ان آثار کے جواب میں یہ بات کہی ہے غالباً اپنے مسلک مختار سے شدت شغف کی بناء پر اصحاب رسول اللہ بالخصوص خلفائے راشدین و فقہائے صحابہ کے سنت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ بے پناہ تعلق و عقیدت سے انھیں ذہول ہو گیا اس لیے انھیں اس بارے میں معذور ہی سمجھا جائے گا۔

بہر حال یہ آثار مسئلہ زیر بحث میں قول فیصل کی حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ فقہائے اصول و علمائے حدیث کا متفقہ ضابطہ ہے کہ کسی مسئلہ میں اگر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث متعارض و مختلف ہوں تو اس صورت میں تلامذۂ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام بالخصوص فقہائے صحابہ و خلفائے راشدین کے قول و عمل ہمارے لیے رہنما ہوں گے۔

چنانچہ امام ابوداؤد لکھتے ہیں:

اذا تنازع الخبر ان عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم نظر الی عمل اصحابه بعده." (سنن ابی داؤد، ج ۱، ص ۱۱۵)

یعنی جب کسی مسئلہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث باہم متعارض ہوں تو اس وقت حضرات صحابہ کے اس عمل کو دیکھا جائے گا جسے انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کیا ہے۔

اقوال تابعین وتبع تابعین رحمہم اللہ

حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے تلامذہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

۱- **حدثنا وكيع و ابو اسامة عن شعبة، عن ابی اسحاق قال: كان اصحاب عبد اللّٰه و اصحاب علی لا يرفعون ايديهم الا فی افتتاح الصلاة قال وكيع ثم لا يعودون.**" (مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱، ص ۲۶۷، وسندہ صحیح علی شرط الشیخین)

ترجمہ: مشہور محدث امام ابو اسحاق السبیعی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے اصحاب و تلامذہ ابتدائے نماز (یعنی تکبیر تحریمہ) کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے، (یہ ابو اسامہ کے الفاظ ہیں اور وکیع کے الفاظ یہ ہیں) ابتدائے نماز کے بعد دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

تشریح: غور کیجیے حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے یہ اصحاب و تلامذہ جو بظاہر صحابہ و تابعین ہی ہونگے جن کی تعداد یقیناً ہزاروں سے متجاوز ہوگی جو سب کے سب قرآن عظیم کے عطا کردہ اعزاز "اولئك هم الراشدون" اور "واتبعوهم باحسان" سے سرفراز، اسلام کی بزرگ ترین شخصیت، قرآن و حدیث اور شریعت اسلامی کو امت تک پہنچانے والے کیا سنت رسول علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ترک پر اتفاق کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں! اس لیے ان حضرات کا یہ عمل بھی اسی بات کی رہنمائی کر رہا ہے کہ رفع یدین نہ کرنا ہی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دائمی سنت ہے۔ پھر

شاگردوں کا یہ متفقہ عمل بھی بتارہا ہے کہ ان کے استاذ یعنی حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا بھی یہی طریقہ تھا۔

مشہور محدث وفقیہ اسود بن یزید و علقمہ بن قیس رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

۲- حدثنا وكيع، عن شريك، عن جابر، عن الاسود و علقمة انهما كانا يرفعان ايديهما اذا افتتحا ثم لا يعودون.

(مصنف ابن ابی شیبة، ج ۱، ص ۲۶۸)

ترجمہ: جابر سے مروی ہے کہ امام اسود و علقمہ تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کو اٹھاتے تھے اس کے بعد پھر نہیں اٹھاتے تھے۔

معروف امام حدیث عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کا عمل

۳- حدثنا معاوية بن هشيم، عن سفيان بن مسلم الجهني قال: كان ابن ابی ليلىٰ يرفع يديه اول شئ اذا كبر." (مصنف ابی شیبة، ج ۱، ص ۲۶۸)

ترجمہ: سفیان بن مسلم الجہنی ناقل ہیں کہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔

تابعی کبیر محدث شہیر قیس بن ابی حازم کا عمل

۴- حدثنا يحيى بن سعيد، عن اسماعيل قال: كان قيس يرفع يديه اول ما يدخل في الصلاة ثم لا يرفعهما." (مصنف ابن ابی شیبة، ج ۱، ص ۲۶۷)

ترجمہ: اسماعیل بیان کرتے ہیں کہ امام قیس بن ابی حازم نماز میں داخل ہونے کے وقت ہاتھوں کو اٹھاتے تھے اس کے بعد نہیں اٹھاتے تھے۔

جامع حدیث و فقہ ابراہیم نخعی و رجل صالح خیثمہ بن عبد الرحمٰن کا رفع یدین نہ کرنا

۵- حدثنا ابوبكر عن الحجاج، عن طلحة، عن خيثمة و ابراهيم قال: كانا لا يرفعان ايديهما الا في بدء الصلاة.

(مصنف ابن ابی شیبة، ج ۱، ص ۲۶۷)

ترجمہ: طلحہ بن مصرف مشہور تابعی خیثمہ و ابراہیم نخعی کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ یہ دونوں بزرگ صرف ابتدائے نماز میں رفع یدین کرتے تھے۔

امام ابراہیم نخعی اپنے شاگردوں کو رفع یدین سے منع کرتے تھے۔

۶- حدثنا ابوبكر بن عياش، عن حصين و مغيرة، عن ابراهيم قال: لا ترفع يديك في شئ من الصلاة الا في الافتتاحه الاولىٰ." (مصنف ابن ابی شیبة، ج ۱، ص ۲۶۷)

ترجمہ: حصین و مغیرہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ تم ابتدائے نماز (یعنی تکبیر تحریمہ) کے علاوہ نماز کے کسی حصہ میں رفع یدین نہ کرو۔

مشہو امام حدیث وفقہ عامر الشعبی رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

۷- حدثنا ابن مبارك، عن اشعث، عن الشعبي، انه كان يرفع يديه في اول التكبير ثم لا يرفعهما." (مصنف ابن ابی شیبة، ج ۱، ص ۲۶۷)

ترجمہ: اشعث بیان کرتے ہیں کہ امام شعبی اول تکبیر (یعنی تکبیر تحریمہ) میں ہاتھوں کو اٹھاتے تھے پھر نہیں اٹھاتے تھے۔

تشریح: اثر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ (۲) میں گذر چکا ہے کہ راوی حدیث عبد الملک بن ابجر نے بتایا کہ میں نے امام شعبیؒ، ابراہیم نخعی اور امام ابو اسحاق السبیعی کو دیکھا کہ یہ تینوں بزرگ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔

اکابر تابعین کے عمل سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے کہ عام نمازوں میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہ کرنا خیر القرون میں ارباب علم کا عام معمول تھا۔

معروف راوی حدیث اور تبع تابعی ابو بکر بن عیاش کا بیان

۸- حدثني ابن ابی داؤد، قال ثنا احمد بن يونس، قال ثنا ابوبكر بن عياش قال: ما رأيت فقيهاً قط يفعله يرفع يديه في غير التكبيرة الاولى

(شرح معانی الآثار، ج ۱، ص ۱۳۴)

ترجمہ: احمد بن یونس سے مروی ہے کہ ابو بکر بن عیاش نے کہا کہ میں نے کسی فقیہ کو تکبیر اولیٰ کے علاوہ رفع یدین کرتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔

تشریح: اس جید السند روایت سے بھی یہی ثابت ہو رہا ہے کہ اسلام کے عہد زریں میں علماء و فقہاء عام طور پر ترک رفع یدین پر عامل تھے۔ جس کی تائید اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ عمرو بن مرۃ نے کوفہ کی مسجد اعظم میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی رفع یدین والی حدیث بیان کی تو امام ابراہیم نخعی نے فرمایا:

ما ادری لعله لم یری النبی صلی الله علیه وسلم یصلی الا ذلك الیوم فحفظ هذا منه ولم یحفظه ابن مسعود و اصحابه، ما سمعته من احد منهم انما کانوا یرفعون ایدیهم فی بدء الصلوٰة حین یکبرون۔" (مؤطاء امام محمد، ص:۹۳ و سنده جيد)

یعنی مجھے معلوم نہیں شاید کہ حضرت وائل رضی اللہ عنہ نے اسی ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا اور آپؐ کے رفع یدین کرنے کو یاد کر لیا۔ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (جو دائمی طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کے حاضر باش اور سفر و حضر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا کرتے تھے) ان میں سے کسی نے بھی اس مسئلہ کو یاد نہیں رکھا[1]، میں نے ان میں سے کسی ایک شخص سے بھی رفع یدین کا مسئلہ نہیں سنا یہ سب حضرات تو صرف پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے۔

(۱) حضرت ابراہیم نخعی کے اس معارضہ کا حاصل یہ ہے کہ باب روایت میں راوی کے حفظ و اتقان، علوے طبقہ فقاہت اور کثرت ملازمت کو ترجیح حاصل ہوا کرتی ہے اور ان سب اوصاف میں حضرت عبد اللہ بن مسعود اور ان کے اصحاب حضرت وائل بن حجر پر فوقیت رکھتے ہیں کیونکہ انھیں چند ایام ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سعادت بخش صحبت میں رہنے کا اتفاق ہوا۔ اس لیے حضرت وائلؓ کی روایت کے مقابلہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود کی روایت کو ترجیح ہوگی۔

ابو بکر بن عیاش اتباع تابعین میں سے ہیں اور امام ابراہیم نخعی تابعی ہیں اور اپنے عہد میں مرجع اصحاب فضل و کمال تھے۔ یہ دونوں بزرگ یہی اطلاع دے رہے ہیں کہ زمانۂ مشہود لہا بالخیر میں عام طور پر علماء و فقہاء میں ترک رفع یدین ہی کا شیوع تھا۔

اہل کوفہ کا ترک رفع یدین پر اتفاق

حافظ ابن عبد البر مالکی لکھتے ہیں:

"قال ابو عبد الله محمد بن نصر المروزی فی کتابه فی رفع الیدین من الکتاب الکبیر: لا نعلم مصرا من الامصار ینسب الی اهله العلم قدیما، ترکوا باجماعهم رفع الیدین عند الخفض والرفع فی الصلاة الا اهل الکوفة۔" (التمهید، ج:۹، ص:۲۱۳ والاستذکار، ج ۴، ص:۹۹، ۱۰۰)

ترجمہ: امام ابو عبد اللہ محمد[1] بن نصر مروزی اپنی عظیم تصنیف کی کتاب رفع یدین میں لکھتے ہیں کہ ہم شہروں میں سے کسی ایسے شہر کو نہیں جانتے جس کے باشندے زمانۂ قدیم سے علم کی جانب منسوب ہیں کہ انھوں نے رکوع میں جھکنے اور رکوع سے اٹھنے کے وقت اجماعی طور پر رفع یدین کو ترک کر دیا ہو سوائے اہل کوفہ کے۔

تشریح: "ترکوا باجماعهم" کے الفاظ سے یہی ظاہر ہے کہ بغیر کسی استثناء کے سارے اہل کوفہ رفع یدین کے ترک پر عامل تھے اس لیے اب تارکین رفع یدین کا فرداً فرداً نام شمار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

اور اہل علم سے یہ بات چھپی ہوئی نہیں ہے کہ کوفہ خلیفۂ ثانی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور سے چوتھی صدی کے آغاز تک اسلامی علوم و ثقافت کا گہوارہ

(۱) ابو عبد اللہ محمد بن نصر المروزی ولادت ۲۰۲ھ وفات ۲۹۴ھ اختلافی مسائل میں سند کی حیثیت رکھتے ہیں، کان من اعلم الناس باختلاف الصحابة و من بعدهم فی الاحکام.

رہا ہے۔ ڈیڑھ ہزار صحابہ کرام یہاں آکر آباد ہوئے جن میں چوبیس بدری اور تین عشرہ مبشرہ تھے۔ پھر اہل کوفہ نے اپنے شہر کے علوم پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ مدینہ منورہ کے ان کے علمی اسفار اور وہاں کے اکابر صحابہ سے علمی استفادہ کرنے کے واقعات کتب رجال وتراجم میں دیکھے جاسکتے ہیں اور امام بخاری کے زمانہ تک کوفہ کی یہ علمی مرکزیت پوری طرح برقرار معلوم ہوتی ہے کیونکہ صحیح بخاری میں سب سے زیادہ روایتیں کوفہ کے محدثین ورواۃ ہی کی ہیں، مزید براں خود امام بخاری کا بیان ہے کہ کوفہ اور بغداد میں محدثین کے ساتھ میرا جانا اتنی بار ہوا ہے کہ میں اس کو شمار بھی نہیں کر سکتا۔

اسلامی علوم کے اس مرکز میں رفع یدین کی صورت حال امام محمد بن نصر مروزی کے بیان میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ ہزاروں صحابہ اور ان کے لاکھوں تلامذہ و منتسبین کے اس شہر میں سب ہی اجماعی طور پر ترک رفع یدین پر عمل پیرا رہے ہیں اسی کے ساتھ دیگر اسلامی شہروں میں بھی تارکین رفع کی ایک خاصی تعداد موجود رہی ہے بلکہ اسلام کے عہد شباب تک عام طور پر ترک رفع یدین ہی کا ان میں رواج تھا۔ چنانچہ مدینہ منورہ جو عہد رسالت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی زمانہ تک عالم اسلام کا سب سے بڑا مرکز رہا ہے۔ اس کے بعد مدینہ کے فقہائے سبعہ، پھر صغار تابعین پھر امام مالک کے عہد تک اس کی مرکزیت بڑی حد تک برقرار رہی۔ خلفائے راشدین کا عمل کثرت سے ترک رفع کا رہا ہے اس لیے یہاں بھی امام مالک کے عہد تک ترک رفع یدین ہی کو فروغ حاصل رہا۔ جیسا کہ مذہب مالکی کے مشہور محقق عالم ابن رشد اپنی انتہائی مفید و گرانقدر تصنیف "بدایۃ المجتہد" میں لکھتے ہیں:

إن مالكاً رجّح ترك الرفع لموافقة عمل به" (ج ۱، ص ۱۹۳)

یعنی امام مالک نے (جو خود رفع یدین کی حدیث کے راوی ہیں) اہل مدینہ کے عمل کی موافقت میں ترک رفع یدین کو ترجیح دیا

حافظ ابن القیم بدائع الفوائد میں ایک فائدہ کے تحت لکھتے ہیں:

"من اصول مالك اتباع عمل اهل المدينة و ان خالف الحديث" (ج ۴، ص ۳۲)

"امام مالک کے اصول میں سے ہے کہ وہ اہل مدینہ کے عمل کی اتباع کرتے ہیں اگرچہ وہ عمل بظاہر حدیث کے خلاف کیوں نہ ہو"

ان وقیع حوالوں سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ امام مالکؒ کے زمانہ تک مدینہ منورہ میں کثرت سے ترک رفع یدین ہی کا معمول تھا۔ اور امام مالک نے مؤطا میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی رفع یدین والی حدیث کی تخریج کے باوجود اپنے اصول کے تحت اہل مدینہ کے عمل کی موافقت میں ترک رفع یدین ہی کو اختیار کیا۔ اور آج اسی پر مالکیہ کا عمل ہے۔

اسلام کے دوسرے علمی مرکز مکہ معظمہ کا حال بھی تقریباً یہی ہے کہ حضرات صحابہ وکبار تابعین کے عہد تک یہاں بھی ترک رفع یدین ہی کا غلبہ تھا۔ جیسا کہ سنن ابی داؤد و مسند امام احمد کی حسب ذیل روایت سے اندازہ ہوتا ہے۔

"عن ميمون المكي انه راى عبد الله بن الزبير وصلى بهم يشير بكفيه حين يقوم و حين يركع، وحين يسجد، و حين ينهض للقيام فيقوم فيشير بيده فانطلقت الى ابن عباس فقلت انى رأيت ابن الزبير صلى صلاة لم ار احدا يصليها فوصفت له الاشارة، فقال ان احببت ان تنظر الى صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم فاقتد بصلاة عبد الله بن الزبير (سنن ابی داؤد، ج ۱، ص ۱۰۸ و مسند احمد، ج ۱، ص ۲۵۵)

میمون مکی سے مروی ہے کہ انھوں نے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ لوگوں کو نماز پڑھا رہے ہیں، تو جس وقت کھڑے ہوئے تو ہاتھوں سے اشارہ کیا (یعنی رفع یدین کیا) اور رکوع کے وقت، سجدہ کے وقت اور دوسری

رکعت کے لیے کھڑے ہونے کے وقت دونوں ہتھیلیوں سے اشارہ کیا، (میمون کہتے ہیں یہ دیکھ کر میں) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے عبداللہ بن زبیرؓ کو اس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے کہ کسی اور کو اس طرح نماز پڑھتے نہیں دیکھا؟ اور ان کے رفع یدین کرنے کی صورت بیان کی۔ تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اگر تم کو پسند ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز دیکھو تو عبداللہ بن زبیر کی اقتداء کرو۔

میمون مکی کا یہ جملہ "انی رأیت ابن الزبیر صلی صلاۃ لم ار احدا یصلیھا" صاف بتا رہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر سے پہلے رفع یدین کا عمل مکہ معظمہ میں نہ ہونے کے درجہ میں تھا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما، یزید کے انتقال کے بعد ۶۴ھ میں خلیفہ ہوئے اور ۷۳ھ تک اس منصب پر فائز رہے ان کے نماز پڑھانے کا واقعہ اسی زمانہ کا ہے۔ اس کا حاصل یہی کہ ۶۴ھ سے پہلے تک مکہ معظمہ میں رفع یدین کا عمل اس قدر کم تھا کہ عام طور پر لوگ اس سے واقف بھی نہیں تھے۔

ائمہ مجتہدین کا عمل

خلافت راشدہ اور ان مشہور اسلامی مرکزوں کے تعامل کا اثر ائمہ مجتہدین کے مسلک میں نمایاں ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ کا مسلک ترک رفع کا ہے۔ امام محمد لکھتے ہیں:

"فاما رفع الیدین فی الصلاۃ، فانہ یرفع یدیہ حذو الاذنین فی ابتداء الصلاۃ مرۃ واحدۃ ثم لا یرفع فی شئ من الصلاۃ بعد ذلک وھذا کلہ قول ابی حنیفۃ" (موطاء امام محمد، ص ۸۸)

رہا نماز میں رفع یدین کرنا تو ابتدائے نماز میں صرف ایک مرتبہ کانوں تک ہاتھوں کو اٹھائے، اس کے بعد نماز کے کسی حصہ میں رفع یدین نہ کرے یہ سب امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے۔

ترک رفع یدین کا یہ سلسلہ کوفہ میں قیام کرنے والے حضرات صحابہ خصوصاً حضرت عبداللہ بن مسعود اور ان کے تلامذہ پھر خلیفہ راشد علی مرتضیٰ اور ان کے تلامذہ سے چلا۔ اگر ان حضرات کے یہاں کثرت سے رفع یدین پر عمل ہوتا تو کوفہ میں اس کا رواج پانا ضروری تھا لیکن تمام اہل کوفہ اجماعی طور پر ترک رفع پر عمل پیرا رہے۔

دوسرے امام حضرت امام مالکؒ ہیں جو مدینہ طیبہ میں مقیم رہے اگلی سطور میں وضاحت کے ساتھ یہ بات گذر چکی ہے کہ امام مالکؒ کے عہد تک مدینہ منورہ میں ترک رفع پر تعامل و توارث رہا۔ جس کی وجہ بظاہر یہی ہے کہ خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بارہ سالہ اپنے عہد خلافت میں کثرت سے ترک رفع پر عمل کرتے رہے اور انہی کے تعامل سے مدینہ منورہ میں ترک رفع کو استقرار حاصل ہوا۔ اور امام مالک نے اسی تعامل کی بنیاد پر ترک رفع کو اختیار کیا۔ چنانچہ مذہب مالکی کے مشہور محقق محدث وفقیہ حافظ ابن عبد البر لکھتے ہیں:

"اختلف العلماء فی رفع ایدی فی الصلاۃ وعند الرکوع، و عند رفع الراس من الرکوع، وعند السجود و الرفع منہ بعد اجماعھم علی جواز رفع الایدی عند افتتاح الصلاۃ مع تکبیرۃ الاحرام، فقال مالک، فیما روی عنہ ابن القاسم: یرفع للاحرام عند افتتاح الصلاۃ ولا یرفع فی غیرھا، قال: وکان مالک یریٰ رفع الیدین فی الصلاۃ ضعیفا و قال ان کان ففی الاحرام وھو قول الکوفیین ابی حنیفۃ، وسفیان ثوری، والحسن بن حی و سائر فقھاء الکوفۃ قدیما وحدیثا وھو قول ابن مسعود واصحابہ والتابعین بھا۔" (الاستذکار ج:۴، ص ۹۸-۹۹)

تکبیر تحریمہ کے موقع پر رفع یدین کے جواز پر اجماع واتفاق کے بعد، رکوع کے وقت، رکوع سے اٹھنے کے وقت اور سجدہ کے وقت اور سجدہ سے اٹھنے کے

وقت رفع یدین کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔

ابن القاسم کی روایت کے مطابق امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کیا جائے گا اس کے علاوہ نہیں، ابن القاسم یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ امام مالکؒ نماز میں رفع یدین کو ضعیف سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر رفع یدین کرنا ہی ہے تو تکبیر تحریمہ کے وقت کرے۔ یہی مسلک امام ابو حنیفہؒ، امام سفیان ثوری، امام حسن بن صالح بن حی اور قدیم و جدید سارے فقہائے کوفہ کا ہے اور عبداللہ بن مسعودؓ، ان کے تلامذہ اور متبعین کا بھی یہی قول ہے۔

البتہ امام شافعی اور امام احمد کا مسلک رفع یدین کا ہے۔ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت از ۶۴ھ تا ۷۳ھ میں مکہ معظمہ میں رفع یدین کا شیوع ہوا اور امام شافعیؒ پھر ان کے تلمیذ امام احمد رحمہما اللہ نے اسی طریق عمل کو اختیار کیا۔

یہ تفصیل بتا رہی ہے کہ اساتذہ کے درجہ کے دو بڑے ائمہ (امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ) ترک رفع یدین کو ترجیح دیتے ہیں اور تلامذہ کے درجہ کے (یعنی امام شافعیؒ جو امام مالکؒ کے شاگرد ہیں اور امام احمد تلمیذ امام شافعیؒ) رفع یدین کے قائل ہیں۔ اس لحاظ سے بھی دیکھا جائے تو ترک رفع ہی کو قوت و فوقیت حاصل ہوگی کیونکہ تلامذہ کے مقابلہ میں اساتذہ کی رائے پختہ اور مضبوط تسلیم کی جاتی ہے۔

اختلاف کی نوعیت

تکبیر تحریمہ کے علاوہ رکوع میں جانے اور رکوع سے اٹھنے وغیرہ مواقع میں رفع یدین کرنے یا نہ کرنے کا اختلاف صحیح و باطل اور جائز و ناجائز کا نہیں بلکہ اولیٰ و غیر اولیٰ اور راجح و مرجوح کا اختلاف ہے۔ جن علماء و فقہاء کے نزدیک رفع یدین اولیٰ و بہتر ہے وہ رفع یدین نہ کرنے والوں کی نماز کو بالکل صحیح و درست مانتے ہیں اسی طرح جو اصحاب علم و نظر ترک رفع کے قائل ہیں ان کے نزدیک بھی رفع یدین کرنے والوں کی نماز بغیر کسی نقص و کمی کے مکمل ہے۔ یہ مذہب حنبلی

کے بے مثال متبحر عالم حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

"سواء رفع یدیه او لم یرفع یدیه لا یقدح ذلك فی صلاتهم ولا یبطلها، لا عند ابی حنیفة ولا الشافعی، ولا مالك، ولا احمد، ولو رفع الامام دون المأموم، او المأموم دون الامام لم یقدح ذلك فی صلاة واحد منهما." (مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام احمد بن تیمیہ، ج:۲۲، ص:۲۵۳)

اور نمازی خواہ رفع یدین کریں یا نہ کریں اس سے ان کی نماز میں نہ کوئی خرابی آئے گی اور نہ باطل ہوگی امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام احمدؒ کسی کے نزدیک بھی اس سے کوئی خرابی نہیں ہوگی۔

اور اگر امام نے رفع یدین کیا اور مقتدیوں نے ترک کر دیا، یا مقتدیوں نے رفع یدین کیا اور امام نے نہیں کیا، اس صورت میں بھی کسی کی نماز میں کوئی فتور نہیں آئے گا۔

مذہب مالکی کے مشہور عالم و محدث حافظ ابن عبدالبر صراحت کرتے ہیں:

"کل من رای الرفع و عمل به من العلماء لایبطل صلاة من لم یرفع، الا الحمیدی و بعض اصحاب داؤد، ورواية عن الاوزاعی... فلا وجه لمن جعل صلاة من لم یرفع ناقصة، ولا لمن ابطلها مع اختلاف الآثار عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم، واختلاف الصحابة ومن بعدهم واختلاف ائمة الامصار فی ذلك، والفرائض لا تثبت الا بما لا مدفع له ولا مطعن فیه، وقول الحمیدی ومن تابعه شذوذ عند الجمهور و خطاء لا یلتفت اهل العلم الیه." (الاستذکار، ج:۴، ص:۱۰۷-۱۰۹)

اور علماء میں جو بھی رفع یدین کے قائل اور اس پر عامل ہیں، رفع یدین نہ کرنے والوں کی نماز کو باطل نہیں کہتے۔ سوائے امام حمیدی اور امام داؤد ظاہری کے

بعض شاگردوں کے اور ایک روایت امام اوزاعی سے بھی نقل کی جاتی ہے۔

رفع یدین کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں اختلاف، نیز حضرات صحابہ و تابعین کے اختلاف اور اسلامی شہروں کے فقہاء کے اختلاف کے باوجود جو لوگ رفع یدین نہ کرنے والوں کی نماز کو باطل کہتے ہیں ان کی بات بے دلیل ہے۔ کیونکہ فرائض کا ثبوت ایسی دلیل سے ہوتا ہے جو معارضہ اور جرح و طعن سے محفوظ ہوتی ہیں۔ امام حمیدی اور ان کے پیروکاروں کا قول جمہور کے نزدیک شاذ و غلط ہے۔ اہل علم اسے قابل التفات و لائق توجہ نہیں سمجھتے۔ مسلک شافعی کے بافیض عالم امام نووی شرح مسلم میں تحریر کرتے ہیں:

"اجمعت الامة على استحباب رفع اليدين عند تكبيرة الاحرام، واختلفوا فيما سواها ... واجمعوا على انه لا يجب شيء من الرفع." (ج:۱،ص:۱۶۸)

امت کا اس پر اجماع ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنا مستحب ہے۔ اس کے علاوہ دیگر مواقع میں رفع یدین کے بارے میں اختلاف ہے... اور اس پر بھی اتفاق و اجماع ہے کہ رفع یدین کسی مقام میں بھی واجب نہیں ہے۔

مذہب احناف کے عظیم فقیہ و محدث ابو بکر جصاص رازی بھی اس اختلاف کو اختلاف مباح قرار دیتے ہیں۔ موصوف نے اپنی مشہور کتاب احکام القرآن کی ج:۱، ص:۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳ میں ایک اصول کے تحت اس کا ذکر کیا ہے۔ یہ پوری بحث اہل علم کے لیے لائق مراجعت ہے۔

خلاصۂ کلام

گذشتہ سطور میں مذکور احادیث رسول علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام، آثار صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور اقوال ائمہ مجتہدین و فقہائے محدثین سے حسب ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔

۱- تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنا باتفاق مسنون ہے۔

۲- رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابو ہریرہ، حضرت براء بن عازب، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابو مالک اشعری اور عباد ابن عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اسی عمل کو نقل کرتے ہیں۔

۳- خلفائے راشدین، حضرت صدیق اکبر، حضرت فاروق اعظم، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم کا عام معمول تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کا نہیں تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اس مسئلہ میں بسند کچھ منقول نہیں البتہ قیاس یہی چاہتا ہے کہ اپنے پیش رو بزرگوں کی موافقت میں آپ کا معمول بھی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کا رہا ہوگا۔ (واللہ اعلم)

۴- صحابہ کرام، تابعین عظام اور اتباع تابعین عام طور پر صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔

جلیل القدر تابعی و محدث ابو اسحاق السبیعی کا بیان ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت عبداللہ بن مسعود کے اصحاب و متبعین تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ حضرت علی و عبداللہ بن مسعود کے اصحاب، صحابہ و تابعین ہی ہونگے۔

نیز افضل التابعین قیس بن ابی حازم جو حضرات عشرہ مبشرہ کی زیارت کا شرف رکھتے ہیں، امام عامر الشعبی جنھوں نے پانچ سو صحابہ کو دیکھا ہے اور دو سال حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی صحبت میں رہے ہیں، علقمہ بن قیس جو علم و فقہ کے اس مقام پر تھے کہ خود حضرات صحابہ ان سے مسائل دریافت کیا کرتے تھے، اسود بن یزید جنھوں نے حضرت عمر فاروق، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت عبد اللہ بن مسعود اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسی ممتاز شخصیات سے اکتساب علم و فضل کیا ہے، امام ابراہیم نخعی جو عہد صحابہ میں افتاء کی عظیم خدمت انجام

دیتے تھے۔ یہ سب کے سب حضرات تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ ان حضرات کے رفع یدین نہ کرنے کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ انھوں نے حضرات صحابہ کو رفع یدین کرتے نہیں دیکھا تھا۔

۵- خیر القرون میں مشہور اسلامی مراکز، مدینہ طیبہ، مکہ معظمہ اور کوفہ ان تینوں مقامات میں عام معمول صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کا تھا اس کے علاوہ نماز کے کسی حصہ میں رفع یدین نہیں کیا جاتا تھا۔ چنانچہ امام مالکؒ متوفی ۱۷۹ھ فرماتے ہیں کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کا مجھے علم نہیں۔

۶- خیر القرون کے فقہاء عام طور پر رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ جیسا کہ عظیم المرتبت محدث و فقیہ ابو بکر بن عیاش متوفی ۱۹۳ھ کا بیان گذر چکا ہے کہ میں نے کسی فقیہ کو تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کرتے نہیں دیکھا۔

لہٰذا جو لوگ رکوع جانے اور رکوع سے اٹھنے کے وقت رفع یدین کو سنت مؤکدہ یا واجب یا فرض کا درجہ دیتے ہیں اور ان مقامات میں رفع یدین نہ کرنے والوں کی نماز کو خلاف سنت، یا ناقص و باطل بتاتے ہیں ان کی یہ بات شرعی دلائل کے لحاظ سے شاذ بلکہ غلط ہے۔ فقہائے اسلام اور محدثین عظام کے نزدیک ان کا یہ قول لائق التفات بھی نہیں ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین.



دیتے تھے۔ یہ سب کے سب حضرات تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ ان حضرات کے رفع یدین نہ کرنے کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ انھوں نے حضرات صحابہ کو رفع یدین کرتے نہیں دیکھا تھا۔

۵- خیر القرون میں مشہور اسلامی مراکز، مدینہ طیبہ، مکہ معظمہ اور کوفہ ان تینوں مقامات میں عام معمول صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کا تھا اس کے علاوہ نماز کے کسی حصہ میں رفع یدین نہیں کیا جاتا تھا۔ چنانچہ امام مالکؒ متوفی ۱۷۹ھ فرماتے ہیں کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کا مجھے علم نہیں۔

۶- خیر القرون کے فقہاء عام طور پر رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ جیسا کہ عظیم المرتبت محدث و فقیہ ابو بکر بن عیاش متوفی ۱۹۳ھ کا بیان گذر چکا ہے کہ میں نے کسی فقیہ کو تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کرتے نہیں دیکھا۔

لہٰذا جو لوگ رکوع جانے اور رکوع سے اٹھنے کے وقت رفع یدین کو سنت مؤکدہ یا واجب یا فرض کا درجہ دیتے ہیں اور ان مقامات میں رفع یدین نہ کرنے والوں کی نماز کو خلاف سنت، یا ناقص و باطل بتاتے ہیں ان کی یہ بات شرعی دلائل کے لحاظ سے شاذ بلکہ غلط ہے۔ فقہائے اسلام اور محدثین عظام کے نزدیک ان کا یہ قول لائق التفات بھی نہیں ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین.

